سلسلہ اشاعت نمبر
1

حق تو یہ ہے

تحقیق حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا
کے نکاح ور خصتی کی عمر
اور مستشرقین و منکرین حدیث

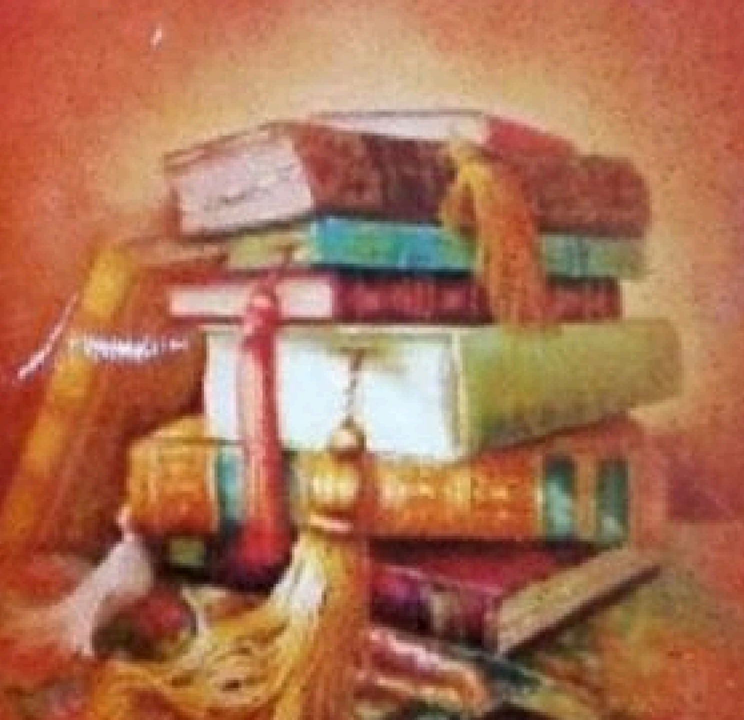

تحریر و تحقیق
محقق و محدث
ابو اُسامہ ظفر القادری بکھروی
خطیب جامع مسجد F-20 الفاروق واہ کینٹ

التحقیقات الاسلامیہ فاؤنڈیشن

مقالہ نمبر (۲۵)

تحقیق عمر نکاح ورخصتی حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا

❁ اور مستشرقین ومنکرین حدیث ❁

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیّد الأنبیاء والمرسلین وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ واھل بیتہٖ أجمعین۔ أما بعد!

مستشرقین اور منکرین حدیث کی یہ کوشش رہی ہے کہ مسلمانوں کو حدیث سے متنفر کیا جائے ان کی تحقیقات کے نام پر ساری کوشش اسی لئے ہوتی ہے،موجودہ دور میں انکار حدیث کا فتنہ بڑی تیزی کے ساتھ پھیل رہا ہے جس زمانہ میں یونانی فلسفہ اور منطق ،اسلام پر اس طرح حملہ آور ہوئے تھے کہ لگتا تھا کہ امت مسلمہ اس میں بہہ جائے گی،اسی طرح مستشرقین جن کا مقصد ہی لوگوں کو اسلام سے متنفر کرنا ہے اس مقصد کے لئے یورپ کے مستشرقین نے حدیث وسنت کی تاریخیت ،حفاظت اور اس کی حجیت کو نہایت مشکوک انداز میں پیش کیا اوران سے متاثر ہوکر اب مشرقی منکرین حدیث اس فریضہ کو سرانجام دے رہے ہیں اوراس کا نام انھوں نے تجدد پسندی رکھا ہے شیعوں کی طرح ان لوگوں نے بھی مکثرین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بالخصوص حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایات میں تشکیک پیدا کرنے کی کوشش کی اس طرح کا کام کرنے والوں کی فہرست بڑی طویل ہے چند مشہور لوگوں کے نام یہ ہیں ہندوستان میں عبد اللہ چکڑالوی المتوفی ۱۳۳۲ھ سرفہرست ہے اس کے بعد نذیر احمد دہلوی المتوفی ۱۳۳۰ھ اسکے بعد سرسید احمد خان ،اور ماضی قریب میں غلام احمد پرویز ،تمنا عمادی پھلواری محمود احمد عباسی ،ظہور احمد قرشی ،حکیم نیاز احمد اور خاص کر حبیب الرحمن کاندھلوی ہیں اور یہ مضمون بھی ان مستشرقین اور خصوصی طور پر حبیب الرحمن کاندھلوی کی کتاب [تحقیق عمر عائشہ صدیقہ کائنات سلام اللہ علیہا] کے رد میں لکھا جارہا ہے

❁ تعارف حبیب الرحمن کاندھلوی مصنف "تحقیق عمر عائشہؓ" ❁

حبیب الرحمن کاندھلوی ،دیوبندی مفتی اشفاق الرحمن کاندھلوی کے بیٹے ہیں نہایت ہی زبان دراز ہیں حدیث کو

رد کرنے کے ہزار بہانے بنانا ان پر ختم ہے جیسا کہ ان کی تصانیف سے ظاہر ہے بڑی تکنیک کے ساتھ صحابہ پر طعن کرتے ہیں تحقیق کی آڑ میں حدیث صحیحہ کا انکار کرتے ہیں ان کی کتاب ''تحقیق عمر عائشہ ؓ''، حکیم نیاز احمد منکرین حدیث کی کتاب ''عمر عائشہ ؓ'' کا سرکہ ہے جیسا کہ کاندھلوی نے اپنی کتاب ''تحقیق عمر عائشہ ؓ'' کے صفحہ نمبر ۴، ۵ پر اس کا ذکر کیا ہے یہ صاحب اہل بیت کے خصوصی دشمن ہیں جہاں کہیں ان کے فضائل میں حدیث آئے تو فوراً اس پر برس پڑتے ہیں جیسا کہ ان کی کتاب ''مذہبی داستانیں اور ان کی حقیقت'' سے ظاہر ہے چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

❀ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو یہ موصوف صحابی ہی نہیں مانتے چنانچہ امام حسن رضی اللہ عنہ کی تاریخ پیدائش ۷ ھ میں قرار دینے کے بعد لکھتے ہیں [نہ تو آپ حضرت فاطمہ ؓ کی پہلی اولاد ہیں اور نہ اصولی طور پر آپ کو شرف صحابیت حاصل ہے] (مذہبی داستانیں اور ان کی حقیقت: ۱/۲۸۷)

❀ اسی طرح امام حسین رضی اللہ عنہ کی صحابیت کا بھی انکار کیا ہے لکھتے ہیں [ان امور سے یہ بات خود بخود ثابت ہوتی ہے کہ حضرت حسن ؓ صحابی نہ تھے کجا کہ حضرت حسین ؓ کی صحابیت]

(مذہبی داستانیں اور ان کی حقیقت: ۱/۲۸۷، ۲۹۷)

حالانکہ امام حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت رمضان ۳ ھ ہے اور امام حسین رضی اللہ عنہ کی ۴ ھ ہے دیکھئے درج ذیل کتب

(۱) فتح الباری: ۷/۹۵ (۲) تہذیب التہذیب: ۲/۲۹۶

(۳) تاریخ الاسلام للذہبی: ۲/۳۳ (۴) الاستیعاب: ۱/۱۳۹

❀ حضرت سیدۃ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو یہ موصوف سیدۃ النساء ماننے کے لئے تیار نہیں، لکھتے ہیں [سبائی اور مجوسی جو حضرات فاطمہ رضی اللہ عنہا کے فضائل بیان کرتے ہیں اور انھیں سیدۃ النساء اہل الجنۃ یا سیدۃ النساء المؤمنین قرار دیتے ہیں یہ صرف ایک دھوکہ اور فریب ہے

(مذہبی داستانیں اور ان کی حقیقت: ۱/۴۴۷، ۴۴۸)

یہی بات اسی کتاب کے صفحہ ۴۱۰ پر کی ہے مزید یہ اضافہ ہے ''ہمارے نزدیک تمام روایات جہاں موضوع ہیں وہاں وہ صرف اس مقصد کے لئے وضع کی گئی ہیں کہ اہل سنت حضرات کو صحیح مسلک سے ہٹا کر انھیں داستانوں میں گم کر دیا جائے (مذہبی داستانیں اور ان کی حقیقت: ۱/۴۱۰)

❁ مباہلہ کے وقت نبی ﷺ اپنے اہل بیت جو اس وقت موجود تھے ان کو چادر کے نیچے لیا اس حدیث کو ’’حدیث الکساء‘‘ کہا جاتا ہے اس کے بارے میں کاندھلوی کا بغض ملاحظہ ہو لکھتے ہیں [ہمارے نزدیک چادر والی کہانی ایک زہر کی پڑیا ہے اس کے راوی فرشتے بھی ہوتے تو تقاضائے عقل یہ تھا کہ اس کو قبول نہ کیا جاتا، اور یہ بھی کہ ان روایات کی حیثیت صرف ایک ہوائی گپ کے تھی]

(مذہبی داستانیں اور ان کی حقیقت : ۲/ ۱۳۹، ۱۵۴)

حالانکہ یہ بات احادیث صحیحہ میں موجود ہے اور اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے

❁ خالص خارجی انداز میں کاندھلوی منکر حدیث کا بیان پڑھیے، لکھتے ہیں [اور ان روایات میں اللہ کو مخاطب کر کے کہا گیا کہ یہ میرے اہل ہیں یعنی اے اللہ آپ کو یہ غلط فہمی ہو رہی ہے کہ ازواج اہل ہوتی ہیں اہل تو یہ ہیں]

(مذہبی داستانیں اور ان کی حقیقت : ۲/ ۱۴۸)

استغفر اللہ، اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے شر سے بچائے نام مسلمانوں والا اور کرتوت ان کے یہ ہیں

❁ حضرت زینب رضی اللہ عنہا جو پہلے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں ان سے طلاق کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کا نکاح حضور ﷺ سے کر دیا ان پر بھی یہ موصوف الزام لگاتے ہیں لکھتے ہیں [بلکہ صحیح یہ ہے کہ نقص حضرت زینبؓ ہی میں تھا] (مذہبی داستانیں اور ان کی حقیقت : ۲/ ۱۱۸)

اس نکاح کا انکار کرتے ہوئے کاندھلوی لکھتا ہے [آپ کا نکاح محض وحی پر مبنی تھا اور یہ بغیر ولی، بغیر مہر، بغیر ایجاب اور گواہوں کے عمل میں آیا اس دعویٰ کا بودا پن ظاہر ہے اس طرح تو ہر شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا یا مجھے الہام یا کشف ہوا کہ میرا نکاح فلاں سے کر دیا گیا کیا ایسے نکاح کو نکاح کہا جائے گا]

(مذہبی داستانیں اور ان کی حقیقت : ۲/ ۱۱۰)

❁ ایک دوسرے مقام پر لکھتا ہے [نبی کریم ﷺ کے لئے خاص طور پر اس امر کی وضاحت ہے کہ آپ کے لئے صرف وہ ازواج حلال ہیں جن کا آپ نے مہر دیا ہو ارشاد ہوتا اے نبی! ہم نے آپ کے لئے آپ کی وہ بیویاں حلال کی ہیں جن کا مہر آپ نے ادا کیا ہے]

(مذہبی داستانیں اور ان کی حقیقت : ۲/ ۱۲۷)

حالانکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ارشاد فرمایا:

[وَامْرَأَةً مُؤْمِنَةً إِنْ وَهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ إِنْ أَرَادَ النَّبِيُّ أَنْ يَسْتَنْكِحَهَا ق خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ ط]

ترجمہ: وہ مومنہ عورت بھی حلال ہے جو اپنے آپ کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ہبہ کر دیتی ہے بشرطیکہ نبی علیہ السلام بھی اس سے نکاح کا ارادہ رکھتے ہوں یہ مومنوں کے علاوہ خاص آپ کے لئے حکم ہے

(سورۃ احزاب: ۵۰)

یہ خصوصی حکم بلا مہر ہے مہر کے ساتھ قطعاً نہیں جیسا کہ ان تفاسیر میں ہے

(۱) احکام القرآن للجصاص: ۳/ ۴۴۹ (۲) احکام القرآن لابن العربی: ۲/ ۱۷۶

(۳) تفسیر کبیر: ۲۴/ ۲۲۰ (۴) تفسیر ابو السعود: ۲/ ۴۲۶

(۵) فتح القدیر للشوکانی: ۴/ ۹۲

لہٰذا حبیب الرحمن کاندہلوی کی بات درست نہیں

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کاندھلوی لکھتا ہے

[لہٰذا ترمذی بھی تشیع سے کسی صورت میں خالی نہیں، اور کتاب المناقب میں حضرت علیؓ اور حضرت حسینؓ کے معاملے میں تو وہ کٹر شیعہ نظر آتے ہیں] (مذہبی داستانیں اور ان کی حقیقت: ۳/ ۱۴۷)

❀ علم اسماء الرجال کے سلسلہ میں حبیب الرحمن کاندھلوی کی جہالتیں ❀

ان کے مداح ان کو شیخ القرآن، امام الحدیث، علامہ، ماہر تاریخ، محقق ونقاد اور علم اسماء الرجال کا ماہر ہونے کے ساتھ ساتھ بڑے وسیع مطالعہ والے مانتے ہیں، بقول امین اصلاحی ''میں نے زندگی میں صرف دو آدمی اس لفظ ''علامہ'' کے مستحق دیکھے ہیں ایک عباسی مرحوم اور دوسرے علامہ حبیب الرحمن صاحب''

(مذہبی داستانیں اور ان کی حقیقت: ۳/ ۶)

آئیے ان کا مبلغ علم دیکھتے ہیں

❀ ایک راوی ''محمد بن بشر'' کے بارے میں لکھتے ہیں [محمد بن بشر کا ہمیں کوئی تفصیلی حال معلوم نہیں ہوسکا اور نہ ابن ابی حاتم کے علاوہ کسی نے اس کا تذکرہ کیا جس سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ یہ غیر معروف ہے]

(مذہبی داستانیں اوران کی حقیقت : ۲/ ۱۵۰)

حالانکہ محمد بن بشر العبدی صحاح ستہ کا راوی ہے اس کا تذکرہ درج ذیل کتب میں ملاحظہ فرمائیں

(۱) تاریخ الاسلام للذہبی: ۵ / ۷۳ ارقم ۳۱۶

(۲) سیر اعلام النبلاء للذہبی: ۹ / ۱۶۵ رقم ۴۷

(۳) تاریخ ابن معین روایۃ الدوری: ۳ / ۲۶۸ رقم ۱۲۶۲

(۴) الاسامی والکنی لابن احمد بن حنبل: ص ۸۰ رقم ۲۲۰

(۵) الثقات لابن حبان: ۷ / ۴۴۱ رقم ۱۰۸۲۶

(۶) مراۃ الجنان: ۱ / ۲۱۳

(۷) الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم: ۷ / ۲۱۰ رقم ۱۱۶۷

(۸) العلل ومعرفۃ الرجال لابن احمد: ۲ / ۲۷۴ رقم ۳۰۹۵

(۹) تذکرۃ الحفاظ: ۱ / ۳۵ ۲ رقم ۳۰۲

(۱۰) تہذیب التہذیب: ۹ / ۶۴ رقم ۹۰

(۱۱) تہذیب الکمال للمزی: ۲۴ / ۵۲۰ رقم ۵۰۸۸

(۱۲) رجال صحیح مسلم لابن منجویہ: ص ۱۵۲

(۱۳) شرح علل الترمذی لابن رجب: ۴۰۳ (۱۴) ثقات ابن شاہین: رقم ۱۲۶۹

(۱۵) تاریخ الکبیر للبخاری: ۱ / ۴۵ رقم ۸۷ (۱۶) تاریخ الصغیر للبخاری: ۲ / ۲۹۹

❀ کاندھلوی نے ایک روایت کے راوی کے بارے میں لکھا [اس کا ایک راوی ابوبکر الحنفی ہے اس کا نام عبداللہ بن ابی سبرہ ہے مشہور کذاب ہے وضاع اور رافضی ہے اس نے متعدد احادیث وضع کی ہیں]

(مذہبی داستانیں اوران کی حقیقت : ۲/ ۱۵۲)

الجواب: اب ذرا ان کے علم کا حال دیکھئے ابو بکر الحنفی کو عبداللہ بن ابی سبرۃ قرار دینا ان کی جہالت کا منہ بولتا ثبوت ہے یہاں یہ ثابت کر رہے ہیں کہ عبداللہ بن ابی سبرۃ کی کنیت ابو بکر ہے حالانکہ ابو بکر کے والد کا نام

عبداللہ بن ابی سبرۃ ہے دیکھئے ''تہذیب التہذیب: ۱۲/ ۲۵رقم ۸۳۰۲'' میں اسی طرح تہذیب الکمال، میزان الاعتدال، المغنی، سیر اعلام النبلاء، الکاشف، الکامل لابن عدی، العلل احمد وغیرہ میں اس روایت میں ابوبکر الحنفی ہے جبکہ ابوبکر بن عبداللہ بن ابی سبرۃ قرشی عامری قبیلے سے تعلق رکھتے تھے جیسا کہ درج بالا کتب میں ابوبکر کے ترجمے سے ظاہر ہے کاندھلوی نے بغیر دلیل کے ابوبکر الحنفی کو قرشی عامری کیسے سمجھ لیا یہی ان کی اسماء الرجال سے ناواقفی کی بڑی دلیل ہے کیونکہ اس روایت میں ''ابوبکر بن عبداللہ بن ابی سبرۃ'' نام کا راوی ہے ہی نہیں بلکہ اس روایت میں ''ابوبکر الحنفی'' ہے اور وہ ''عبدالکبیر بن عبدالمجید ابوبکر الحنفی البصری'' جو ''بکیر بن مسمار'' سے روایت کرتا ہے دیکھئے [تہذیب الکمال للمزی: ۱۸/ ۲۴۳رقم ۳۴۹۷، تہذیب التہذیب: ۶/ ۳۷۰] جبکہ ابوبکر بن عبداللہ بن ابی سبرۃ کا بکیر بن مسمار سے روایت کرنا ہی ثابت نہیں، ابوبکر الحنفی امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں جیسا کہ ''المستدرک للحاکم: ۳/ ۱۰۸'' میں [احمد عن ابی بکر الحنفی] کی سند سے ہے جیسا کہ ان کے ترجمہ میں ان سے روایت کرنے والوں میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا نام ہے، ابوبکر بن عبداللہ بن ابی سبرۃ تو ۱۶۲ھ میں فوت ہوئے (تہذیب التہذیب: ۱۲/ ۳۶) اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ۱۶۴ھ میں پیدا ہوئے تو وہ ابوبکر بن عبداللہ سے کیسے روایت کر سکتے ہیں

❁ امام نسائی نے اس روایت کو ''تہذیب خصائص الامام علی للنسائی: ص ۵۸ رقم ۵۱ مطبوعہ بیروت'' کے تحت لکھا اور اس کے محقق ابو اسحاق الحوینی نے اس روایت کو صحیح لکھا جبکہ اس کی سند میں ''ابوبکر الحنفی'' ہے اسی محقق نے آگے لکھا ''ابوبکر الحنفی ھو الصغیر واسمہ عبدالکبیر بن عبدالمجید ثقۃ جلیل''

❁ لہٰذا ان دلائل کے تحت کاندھلوی کی جہالت واضح ہوتی ہے کیونکہ اس روایت میں ابوبکر بن عبداللہ بن ابی سبرۃ نہیں ثقہ راوی ''ابوبکر الحنفی عبدالکبیر بن عبدالمجید'' ہے اور ان پر جرح کرنا اور یہ سمجھنا کہ یہ عبداللہ بن ابی سبرۃ ہے ان کی اسماء الرجال سے ناواقفی کا نتیجہ ہے

❁ نابالغ لڑکی کے نکاح کا ثبوت قرآن حکیم سے ❁

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

[وَالّٰٓـِٔيْ يَىِٕسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِّسَآىِٕكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ وَّالّٰٓـِٔيْ

لَمۡ یَحِضۡنَ ۔۔] (سورۃ الطلاق: ۴)

ترجمہ: تمہاری عورتوں میں سے جو عورتیں حیض سے ناامید ہوگئیں ہوں اگر تمہیں شبہ پڑ جائے تو ان کی عدت تین ماہ ہے اور ان کی بھی جنھیں حیض آنا شروع ہی نہیں ہوا عدت تین ماہ ہے

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں

[وکذا الصغار اللائی لم یبلغن سن الحیض] یعنی ان نابالغ لڑکیوں کی عدت بھی تین ماہ ہے جو حیض کو نہیں پہنچیں (تفسیر ابن کثیر: ۸/۱۴۹) یعنی نکاح ہوا اور رخصتی بھی ہوئی پھر کسی وجہ سے طلاق ہوگئی تو ان کی عدت تین ماہ ہے یہی بات درج ذیل تفاسیر میں بھی موجود ہے

(۱) تفسیر المنار: ۲/۲۹۴ (۲) روح المعانی: ۱۴/۲۳۲

(۳) التفسیر المنیر للزحیلی: ۲۸/۲۸۰ (۴) جامع البیان: ۲۳/۴۵۳

(۵) تفسیر السعدی: ۱/۸۷۰ (۶) تفسیر الخازن: ۴/۳۰۸

(۷) تفسیر القرطبی: ۱۸/۱۶۵ (۸) تفسیر اللباب لابن عادل: ۱/۴۹۵۷

❀ اس آیت مبارکہ کا شان نزول ❀

زاد المیسر فی علم التفسیر: ۶/۱۴۱ میں امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اس آیت کے شان نزول میں دو قول ہیں ایک قول ہے کہ جب مطلقہ عورتوں اور جن کے خاوند فوت ہوگئے ہوں ان کی عدت قرآن کریم سورۃ البقرۃ آیت ۲۲۷ تا ۲۳۲ میں بیان ہو چکی تو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینے کی عورتیں کہتی ہیں کہ قرآن میں کچھ عورتوں کی عدت کا ذکر نہیں ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کون سی عورتیں؟ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا نابالغ لڑکیاں اور جن کا خون بڑھاپے کی وجہ سے بند ہو چکا ہو اور حمل والی عورتیں تو اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی

(۱) اسباب النزول: ۱/۴۲۵ (۲) الکشف والبیان للثعلبی: ۹/۳۳۹

(۳) مستدرک للحاکم: ۲/۵۳۴ رقم ۳۸۲۱ (۴) اتحاف الخیرۃ للبوصیری: ۶/۵۸۶۵۹۶

(۵) المطالب العالیۃ لابن حجر: ۱۰/۴۸۷ رقم ۳۸۵۴

لہٰذا اس آیت مقدسہ اور اس کی تفسیر و سبب نزول سے یہ بات واضح ہوئی کہ نابالغ لڑکی سے نہ صرف نکاح

جائز ہے بلکہ اس سے ہم بستری بھی جائز ہے ورنہ عدت کے کیا معنی جیسا کہ سورۃ الاحزاب ۴۹ میں ہے کہ ”اے ایمان والوں! جب تم مومن عورتوں سے نکاح کرو پھر جماع کیے بغیر طلاق دے دو تو ان عوروں پر کوئی عدت نہیں“

زیادہ تفصیل ”کتاب الام للشافعی: ۵ / ۱۳، شرح صحیح بخاری لابن بطال: ۷ / ۲۴۷ میں ملاحظہ فرمائیں

❀ منکرِ حدیث حبیب الرحمن کاندھلوی کے دلائل اور ان کا تحقیقی جائزہ ❀

حدیث کو سمجھنے اور اس کو پرکھنے کے لئے معیار اصول حدیث ہے نہ کہ ہر کسی شخص کے عقل میں جو بات آئے اور اس سے وہ قرآن وسنت کو رد کرتا پھرے اسی طرح علم حدیث سے ناواقف کا حدیث کو جانچنے سے کیا تعلق؟ وہ اپنے من گھڑت اصولوں سے ہی حدیث کو رد کرے گا لہٰذا حدیث کے راویوں کو جانچنے کے لئے اصول حدیث اور جمہور ائمہ اسماء الرجال کے اقوال کی روشنی میں دیکھا جائے گا دراصل یہ ساری کاوش کاندھلوی صاحب نے اس روایت کو رد کرنے کے لئے کی ہے وہ روایت یہ ہے

[حدثنا محمد بن یوسف، حدثنا سفیان، عن ھشام، عن ابیه، عن عائشة رضی اللہ عنہا ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تزوجھا وھی بنت ست سنین وادخلت علیه وھی بنت تسع ومکثت عندہ تسعا]

ترجمہ: ہشام اپنے والد سے اور وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں، کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کا عقد ہوا تو ان کی عمر چھ (۶) سال تھی اور جب رخصتی ہوئی تو وہ نو (۹) سال کی لڑکی تھیں اور شادی کے بعد وہ نو (۹) سال تک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہیں

(۱) صحیح بخاری: ۷ / ۲۲ رقم ۵۱۳۳ (۲) سنن الکبریٰ للنسائی: ۵ / ۱۶۹ رقم ۵۳۴۵

(۳) مسند ابی یعلی: ۸ / ۱۳۲ رقم ۴۶۷۳

(۴) معجم الکبیر للطبرانی: ۱۶ / ۳۲۶، تا ۳۳۰ رقم ۱۸۵۷۸، تا ۱۸۵۹۰

(۵) المعجم الاوسط: ۸ / ۱۰۸ رقم ۸۱۱۶ (۶) مسند اسحاق بن راہویہ: ۳ / ۱۰۳۳ رقم ۱۷۸۴

(۷) سنن ابن ماجہ: ۳ / ۷۵ رقم ۱۸۷۶ (۸) صحیح مسلم: ۴ / ۱۴۲ رقم ۳۵۴۵

(۹) سنن نسائی: ۶ / ۱۳۱ رقم ۳۳۷۹ (۱۰) مسند احمد: ۶ / ۱۱۸ رقم ۲۴۹۱۱

(۱۱)سنن الکبریٰ للبیہقی: ۷۰۸۷رقم ۱۳۸۰۵ (۱۲)المستدرک للحاکم: ۴/۵رقم ۶۷۱۵

(۱۳)مستخرج ابی عوانۃ: ۵/۱۱۵رقم ۳۴۵۵ (۱۴)سنن سعید بن منصور: ۱/۱۴۵رقم ۵۱۵

(۱۵)المنتقی من السنن المسندۃ لابن الجارود: ۱/۱۷۸رقم ۷۱۱

(۱۶)شرح السنۃ للبغوی: ۱۲/۱۳۶رقم ۳۲۲۴ (۱۷)مسند حمیدی: ۱/۲۶۳رقم ۲۴۶

(۱۸)مسند الدارمی: ۳/۱۴۵۱رقم ۲۳۰۷ (۱۹)مسند الربیع بن حبیب: ۱/۲۱۰رقم ۵۲۲

(۲۰)مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۳/۶۲رقم ۳۴۶۲۸، ۳۵۰۲۳

(۲۱)مسند عائشۃ لابن ابی داؤد: ۱/۶۱رقم ۵۷ (۲۲)سبل السلام: ۱/۳۶رقم ۴

❁ حبیب الرحمن کاندھلوی کا پہلا شبہ اور اس کا تحقیقی جائزہ ❁

اپنی کتاب ''تحقیق عمر عائشہؓ'' کے ص ۱۰ پر پہلا شبہ یہ نقل کرتا ہے کہ یہ روایت تجربہ و مشاہدہ اور فطرت انسانی کے خلاف ہے اور نبی کریم ﷺ سے اس کا صدور ممکن نہیں اگر ایسا واقعہ پیش آتا تو اس دور کے مخالفین اسلام اور دشمنان رسولؐ آپ کی عزت سے کھیلنا شروع کر دیتے جب مخالفین اسلام کی جانب سے کوئی اعتراض ظہور میں نہیں آیا تو ثابت ہوا ایسا کوئی فعل سرزد نہیں ہوا۔

الجواب: کاندھلوی صاحب نے جھوٹ اور سچ کا جو معیار مقرر کیا ہے اگر اس کو تسلیم کر لیا جائے تو قرآن حکیم نے ہمیں یہ بتایا کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے نوخیز معصوم بیٹے کو ذبح کرنے کے لئے چھری کے نیچے لٹا لیا مگر مخالفین اسلام نے اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا، عہد حاضر میں حقوق انسانی کی علمبردار تنظیمیں بچوں سے مشقت لینے کو معیوب سمجھتیں ہیں مگر اس کے باوجود ابراہیم علیہ السلام کے اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کی کوشش پر اعتراض نہیں کیا ہے، تو کیا دونوں جلیل القدر پیغمبروں کی اس عظیم قربانی کا فقط اس لئے انکار کر دیا جائے کہ مخالفین نے اس پر اعتراض نہیں کیا، حدیث کو نہ ماننے کا کیا خوب بہانہ ہے

❁ دوسرا شبہ اور اس کا تحقیقی جائزہ ❁

صفحہ ۱۰ پر ہی دوسرے شبہ کے تحت لکھتا ہے [جو روایت عقل کے خلاف ہو وہ باطل ہوتی ہے یہ اصول ابن جوزی نے بیان کیا ہے اور یہ روایت قطعاً عقل کے خلاف ہے ہم جیسے بدعقل انسان کی عقل اسے قبول نہیں

کرتی

الجواب: گزارش ہے کہ جو عقل اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے فرامین کو تسلیم نہیں کرتی وہ ’’عقل سلیم‘‘ نہیں بلکہ ’’عقل سقیم‘‘ ہے اور عقل سقیم کو حق جانچنے کی کسوٹی قرار نہیں دیا جاسکتا تمام حضرات اس بات سے آگاہ ہیں کہ عقل ابلیس نے تعظیم آدم علیہ السلام سے متعلق اللہ تعالیٰ کے فرمان کو تسلیم کرنے سے انکار کردیا تھا جبکہ کاندھلوی نے خود دوسری دلیل کے تحت خود کو بدعقل کہا ہے تو بدعقل کی عقل میں یہ بات کیسے سما سکتی ہے اور کاندھلوی کی بدعقل کو کیسے کسوٹی مقرر کیا جاسکتا ہے ان موصوف کا آخر میں یہ لکھنا کہ ’’ہم نے آج تک تو جتنے عقلا کو دیکھا وہ یا تو اس کا انکار کرتے نظر آئے یا شک وشبہ کرتے نظر آئے‘‘ اگر کاندھلوی مہربانی کر کے ان عقلاء کے نام بھی ہر صدی کے لحاظ سے لکھ دیتا جنھوں نے اس روایت کا انکار کیا ہے تو کیا بات تھی، معاذ اللہ اس کو بخاری، مسلم، دارمی، ابن ماجہ، نووی، ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ وغیرہا عقل والے نظر نہیں آئے جنھوں نے اس روایت کو صحیح مانا ہے شاید اپنے بدعقلوں کو دیکھ کے ان کو عقل والا سمجھ بیٹھا ہے یہ صرف صحیح حدیث کو نہ ماننے کے بہانے ہیں

❁ تیسرا شبہ اور اس کا تحقیقی جائزہ ❁

تیسرا شبہ جو صفحہ ۱۰ اور ۱۱ پر نقل کیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ [جزیرۃ العرب اور دیگر گرم علاقوں میں آج تک اس کی کوئی دوسری مثال دستیاب نہیں اگر ایسا ہوتا تو ہزاروں مثالیں ہوتیں اور وہ اخبارات کی زینت بنتیں، علماء کو چاہیے کہ وہ اس سنت نبوی پر عمل کرتے ہوئے اپنی نو سالہ لڑکی کو رخصت فرماتے اور احیائے سنت کا سہرا اپنے سر باندھتے]

الجواب: سچ اور جھوٹ کا یہ طریقہ جو اختیار کیا ہے اگر اسی کو معیار ماننا ہے تو کاندھلوی اور اس کے مداحوں سے یہ گزارش ہے کہ قرآن مجید میں یہ بات بڑی صراحت کے ساتھ موجود ہے کہ [محترمہ مریم سلام اللہ علیہا نے بغیر کسی مرد سے مباشرت کیے عیسیٰ علیہ السلام کو جنم دیا] اگر کوئی مستشرق یا غیر مسلم اس بات کا انکاری ہو اور نعوذ باللہ قرآن کے اس فرمان کو غلط کہے اور دلیل یہ دے کیونکہ اس کے بعد آج تک اس کی کوئی دوسری مثال دستیاب نہیں تو حبیب الرحمن اور اس کے مداحوں کے پاس اس کا کیا جواب ہے تو کیا اس وجہ سے اس بات کا

انکار کیا جا سکتا ہے؟ یقیناً نہیں یہ صرف حدیث نہ ماننے کے بہانے ہیں شبہ نمبر ۲۳ کے تحت مثالیں پیش کی جائیں گی وہیں ملاحظہ فرمائیں

❁ چوتھا شبہ اور اس کا تحقیقی جائزہ ❁

چوتھا شبہ جو صفحہ ۱۱ اور ۱۲ پر نقل کیا، اس میں یہ تسلیم کرنے کے باوجود کہ یہ روایت بخاری و مسلم میں موجود ہے درج ذیل اعتراض کیے

(۱) یہ حدیث رسول نہیں ہے

(۲) یہ بھی واضح نہیں کہ قول عائشہ ہے یا قول عروۃ؟

(۳) موقوف اور متصل ہونے میں جب اختلاف ہو تو عام طور پر محدثین اسے موقوف قرار دیتے ہیں

(۴) عروہ کے قول کو رد کرنا گناہ نہیں

(۵) ہمارے علماء اس روایت کا متصل ہونا ثابت کریں

الجواب: (۱) اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ حدیث رسول نہیں ہے اور اہل سنت نے بھی اسے حدیث رسول نہیں کہا ہے

(۲) محدثین کا اتفاق ہے کہ یہ حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے جیسا کہ عنقریب ہم اس کا متصل ہونا اور قول عائشہ رضی اللہ عنہا ہونے کا ثبوت دیں گے

(۳) یہ حبیب الرحمن کاندھلوی کا خود ساختہ اصول ہے حالانکہ بات کچھ اور ہے

(۴) کسی قول کی بغیر دلیل کے تکذیب کرنا شرعاً گناہ ہے یہ اس پر الزام اور طعن کرنے کے مترادف ہے دیکھئے سورۃ الحجرات: ۶ میں

(۵) اس میں کوئی شک نہیں کہ روایت مرسل بھی بیان ہوئی ہے مگر اس کا متصل ہونا متعدد طرق سے ثابت ہے

اس روایت کی متصل اسناد یہ ہیں:

(۱) حدثنا محمد بن یوسف، حدثنا سفیان، عن ھشام، عن ابیہ، عن عائشۃ رضی اللہ عنہا ـ ـ ـ

(صحیح بخاری: ۷/ ۲۲رقم ۵۱۳۳)

(۲)أخبرنا یحییٰ بن آدم،نا ابوبکر بن عیاش،عن الأعلج،عن ابن أبی ملیکة ،عن عائشة۔۔۔

(مسنداسحاق بن راہویہ:۳/ ۱۰۳۳،سنن الکبریٰ للنسائی: ۵/ ۱۶۹رقم ۵۳۴۵)

(۳)حدثنا عبدة بن سلیمان،عن هشام ،عن ابیه،عن عائشة رضی اللہ عنہا۔۔۔

(مصنف ابن ابی شیبۃ: ۷/ ۱۸رقم ۳۳۹۲۷)

(۴)حدثنا سوید بن سعید ،حدثنا علی بن مسهر،حدثنا هشام بن عروة، عن ابیه،عن عائشة رضی اللہ عنہا۔۔۔ (سنن ابن ماجہ: ۳/ ۷۵رقم ۱۸۷۶)

(۵)أخبرنا احمد بن سعد بن الحکم بن أبی مریم ،قال حدثنا عمی،قال حدثنا یحییٰ بن ایوب،قال أخبرنی عمارة بن غزیة ،عن محمد بن ابراهیم،عن أبی سلمة بن عبدالرحمن،عن عائشة رضی اللہ عنہا۔۔۔

(سنن نسائی بأحکام الالبانی: ۶/ ۱۳۱رقم ۳۳۷۹)

(۶)حدثنا عبدالله، حدثنی أبی ،ثنا سلیمان بن داؤد،قال انا عبدالرحمن،انا هشام بن عروة،عن ابیه،قال قالت عائشة رضی اللہ عنہا۔۔۔۔۔۔

(مسند احمد: ۶/ ۱۱۸رقم ۲۴۹۱۱)

(۷)أخبرنا محمد بن آدم ،عن عبدة،عن هشام ،عن ابیه،عن عائشة رضی اللہ عنہا۔۔۔۔

(سنن الکبریٰ للنسائی: ۵/ ۲۷۲رقم ۵۵۴۳)

(۸)حدثنا عبد الله بن عامر بن زرارة الحضرمی،حدثنا یحییٰ بن زکریا بن أبی زائدة،عن محمد بن عمرو،عن یحییٰ بن عبدالرحمن بن حاطب عن عائشة رضی اللہ عنہا
(مسند أبی یعلیٰ: ۸/ ۱۳۲رقم ۴۶۷۳،المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۶/ ۳۲۹رقم ۱۸۵۸۸)

(۹)حدثنا اسماعیل بن زکریا،عن هشام بن عروة،عن ابیه،عن عائشة رضی اللہ عنہا۔۔۔۔۔۔

(سنن سعید بن منصور: ۱/۱۴۵ رقم ۵۱۵)

(۱۰)حدثنا محمد بن عبداللہ الحضرمی، ثنا الحسن بن سہل الحناط، ثنا محمد بن الحسن الاسدی، ثنا سفیان، عن سعد بن ابراھیم ،عن القاسم بن محمد ،عن عائشة رضی اللہ عنہا ۔۔۔۔ (المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۶/۳۲۸ رقم ۱۸۵۸۳)

(۱۱)ابو عبیدة عن جابر بن زید قال، کانت عائشة رضی اللہ عنہا ۔۔۔۔

(مسند الربیع بن حبیب: ۱/۲۱۰ رقم ۵۲۲،۷۴۱)

(۱۲)حدثنا ابو کریب محمد بن العلاء، حدثنا ابو اسامة، (ح) حدثنا ابوبکر بن ابن ابی شیبة، قال وجدت فی کتابی عن ابی اسامة، عن ھشام ،عن ابیه، عائشة رضی اللہ عنہا ۔۔

(صحیح مسلم: ۴/۱۴۱ رقم ۳۵۴۴)

(۱۳)حدثنا عبد بن حمید ،أخبرنا عبدالرزاق، أخبرنا معمر، عن الزھری، عن عروة، عن عائشة رضی اللہ عنہا ۔۔ (صحیح مسلم: ۴/۱۴۲ رقم ۳۵۴۶)

(۱۴)حدثنا محمد بن علی المروزی، ثنا محمد بن عبدالکریم العبدی، ثنا بکر بن یونس، ثنا عبد الرحمن بن أبی الزناد ،عن أبیه، عن عروة بن الزبیر قالت عائشة رضی اللہ عنہا ۔۔ (المعجم الاوسط للطبرانی: ۷/۹۴ رقم ۶۹۵۷)

(۱۵)حدثنا عبید بن غنام، ثنا ابوبکر بن ابی شیبة، ثنا ابو معاویة ،عن الاعمش، عن ابراھیم، عن الاسود، عن عائشة رضی اللہ عنہا ۔۔۔

(المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۶/۳۳۰ رقم ۱۸۵۹۰، صحیح مسلم : ۴/۱۴۲ رقم ۳۵۴۷، سنن نسائی: ۶/۸۲ رقم ۳۲۵۸)

(۱۶)حدثنا محمد بن موسیٰ بن حماد البربری، حدثنا عبدالرحمن بن صالح الأزدی، حدثنا یحییٰ بن آدم، حدثنا شریك، عن أبی اسحاق، عن أبی عبیدة، عن عبداللہ قال تزوج۔۔۔ (المعجم الکبیر للطبرانی: ۸/۴۹۰ رقم ۱۰۱۲۶)

[redacted]

(١٧)حدثنا محمد بن جعفر بن اعين البغدادی،ثنا أبو الأشعث احمد بن المقدام،ثنا زهير بن العلاء القيسی، ثنا سعيد بن أبی عروبة،عن قتادة قال۔۔۔

(المعجم الکبیر للطبرانی:١٦/ ٣٢٤رقم١٨٥٧١،الحاد والمثانی: ٥/ ٤٥١رقم ٣٠٠٧)

(١٨)حدثنا ابو مسلم ،حدثنی أبی،حدثنا ابوداؤدالحضری،عن سفيان،عن اسماعيل بن امية،عبدالله بن عروة،عن عروة،عن عائشة رضی اللہ عنہا۔۔۔۔۔

(الثقات للعجلی: ٢/ ٤٥٥رقم ٢٣٤٣)

(١٩)حدثنا الحسين بن اسحاق التستری،حدثنا يعقوب بن حميد بن كاسب،ثنا عبدالله بن محمد بن يحيیٰ بن عروة،عن هشام بن عروة،عن ابيه،عن عائشة رضی اللہ عنہا۔۔۔

(المعجم الکبیر للطبرانی: ٢٣/ ٢٢رقم ٥٠)

❁ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے صرف عروہ ہی روایت نہیں کرتا بلکہ عروہ کے علاوہ "(١)اسود(٢) جابر بن زید(٣) قاسم بن محمد(٤) یحییٰ بن عبدالرحمن بن حاطب(٥)ابن أبی ملیکۃ (٦)ابی سلمۃ بن عبدالرحمن" بھی روایت کرتے ہیں جیسا کہ مختلف طرق کو دیکھنے سے ظاہر ہے

❁ اس کے بعد عروہ سے صرف ہشام ہی نہیں روایت کرتا بلکہ

(١)عبداللہ بن عروۃ(٢) زہری (٣)ابن ابی الزناد" بھی روایت کرتے ہیں

❁ پھر ہشام سے (١)ابی اسامۃ(٢)اسماعیل بن زکریا(٣)عبدۃ(٤)عبدالرحمن (٥)علی بن مسہر(٦)سفیان" بھی روایت کرتے ہیں

اس تحقیق سے یہ بات واضح ہوئی کہ اس روایت کا متصل ہونا ہی راجح ہے اور یہ کہ ہشام بھی اس میں متفرد نہیں

❁ پانچواں شبہ اور اس کا تحقیقی جائزہ ❁

پانچویں شبہ کے تحت کاندھلوی لکھتا ہے [عروہ سے یہ روایت کرنے والا ان کا بیٹا ہشام ہے ہمارے نزدیک اس روایت میں تمام گڑبڑ اسی ہشام کے باعث پیدا ہوئی۔۔۔۔ہشام کی زندگی کے دو دور ہیں ایک مدنی دور اور ایک عراقی دور، مدنی دور ١٣١ھ تک قائم رہا اس دور میں اس کے سب سے اہم شاگرد امام مالک

ہیں انھوں نے اپنی موطاء میں متعدد روایات لی ہیں لیکن یہ نکاح والی روایت امام مالک کی کتاب میں دستیاب نہیں ہوتی ۔۔۔۔۔ان کی مرویات میں جتنی گڑبڑ پیدا ہوئیں وہ سب سرزمین عراق میں ہوئیں ۔۔۔۔ہشام کی وہ روایات ناقابل اعتبار ہیں جو ان سے اہل عراق نقل کریں حضرت عائشہؓ کی رخصتی نوسالہ اور نکاح چھ سالہ ہشام سے اہل عراق نے نقل کیا ہے ۔۔۔۔ہاں ہم اتنا ضرور جانتے ہیں کہ عراق کی آب وہوا نے اچھوں اچھوں کا دماغ خراب کردیا

الجواب: کاندھلوی کی یہ بات درست نہیں ہے کہ صرف اکیلا ہشام ہی عروہ سے روایت کرنے والا ہے بلکہ(۱)عبداللہ بن عروۃ(۲) زہری (۳) ابن ابی الزناد" بھی روایت کرتے ہیں پھر عروہ بھی اکیلا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت بیان نہیں کرتا بلکہ عروہ کے علاوہ "(۱)اسود(۲) جابر بن زید(۳) قاسم بن محمد (۴) یحییٰ بن عبدالرحمن بن حاطب (۵) ابن أبی ملیکۃ (۶) ابی سلمۃ بن عبدالرحمن" بھی روایت کرتے ہیں مختلف طرق میں یہ بات واضح ہے جیسا کہ چوتھے شبہ کے تحقیقی جائزے میں ہے وہیں ملاحظہ فرمائیں

جہاں تک امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی یہ روایت اپنی موطاء میں نقل نہیں کی یا اسی طرح امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے یہ روایت نقل نہیں کی اول تو کسی کا کسی سے کوئی روایت اپنی کتاب میں نقل کرنا ضروری نہیں ہوتا جیسے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ امام حمیدی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں لیکن مسند حمیدی کی وہ روایت جو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے ترک رفع یدین کی ہے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بخاری میں نقل نہیں کی ہے بہر حال یہ ضروری نہیں ہے

کاندھلوی نے جو ہشام کے متعلق قرض والا واقعہ نقل کیا ہے وہ بلاحوالہ ہے جس کی کوئی حیثیت نہیں

❁ یعقوب بن شیبہ کی ہشام بن عروہ پر جرح کا تحقیقی جائزہ ❁

کاندھلوی صاحب نے کئی مرتبہ اپنی اس کتاب میں یعقوب بن شیبہ کو یعقوب بن ابی شیبہ لکھا ہے جو ان کی اصل کتب سے استفادہ نہ کرنے کی دلیل ہے اور جناب کا دعوٰی یہ ہے میں نے زندگی کے متعدد سال رجال کی چھان بین میں صرف کیے ہیں حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ تہذیب التہذیب: ۱۱/ ۴۵ میں قال یعقوب سے اس کی جرح کو نقل کیا ہے، جبکہ یعقوب بن شیبہ، ہشام بن عروہ کی وفات کے بعد پیدا ہوئے لہذا یعقوب بن شیبہ نے یہ بات کسی اور سے سنی ہے اور وہ مجہول شخص ہے لہذا یہ جرح مردود ہے اسی وجہ سے اس جرح پر کسی

محدث نے کان نہیں دھرے ہیں اور ہشام بن عروہ سے ان کے عراقی شاگردوں سے روایات لی ہیں

❁ ہشام بن عروہ کے نامور کوفی شاگرد "امام ابواسامہ کوفی" ہے جن کا نام حماد بن اسامہ ہے امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ان کے متعلق لکھتے ہیں [کوفہ کے رہنے والے ممتاز حافظ حدیث اور حجت ہیں ہشام بن عروہ، یزید بن عبداللہ بہز بن حکیم، اعمش، جریری اور ان کے طبقہ سے علم حدیث حاصل کیا۔۔۔۔ہشام بن عروہ سے بہت زیادہ روایت کرتے تھے۔۔۔۔۔۔میں کہتا ہوں کہ ان کی دیانت داری اور حفظ وضبط کے پیش نظر امت نے ان کی حدیث کو قبول کیا ہے] (تذکرۃ الحفاظ مترجم: ۱/۲۴۸،۲۴۹)

اورمذکورہ بالا روایت بھی ابو اسامہ نے روایت کی ہے دیکھئے [حدثنا ابو کریب محمد بن العلاء، حدثنا ابو اسامة، (ح) حدثنا ابوبکربن ابن ابی شیبة، قال وجدت فی کتابی عن ابی اسامة، عن هشام، عن ابیه، عائشة رضی اللہ عنہا۔۔۔]

(صحیح مسلم: ۴/۱۴۱ رقم ۳۵۴۴) لہٰذا اس روایت میں بھی خطا نہیں ہے

❁ ہشام بن عروہ پر جن ناقدین نے جرح کی ہے ان کے اقوال تین قسم کے ہیں

(۱) ہشام بن عروہ کے بڑھاپے کا دور قابل اعتبار نہیں

(۲) ان کا عراقی دور قابل اعتبار نہیں

(۳) ان کی عمر کا فقط آخری حصہ قابل اعتبار نہیں

❁ ہشام بن عروہ جب عراق گئے تو ان کی عمر تقریباً ۷۱ سال تھی اس بات کی تصدیق ہشام کے شاگرد کے اس بیان سے ہوتی ہے جو امام ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ: ۱/۱۳۰ پر نقل کیا ہے لکھتے ہیں [قال وھیب: قدم علینا ہشام بن عروۃ، فکان مثل الحسن وابن سیرین]

ترجمہ: وہیب کہتے ہیں، کہ جب ہشام بن عروہ ہمارے پاس (عراق) آئے تو اس وقت وہ امام حسن (بصری) اور امام ابن سیرین جیسے تھے

(سیر اعلام النبلاء: ۱۱/۷۳ رقم ۱۲، تذکرۃ الحفاظ: ۱/۱۰۹، تہذیب الکمال: ۳۰/۲۳۹، تہذیب التہذیب: ۱۱/۴۶)

تمام ناقدین کے مقابلے میں وہیب کا قول زیادہ اہمیت کا حامل ہے کیونکہ یہ ہشام کا شاگرد ہے اور شاگرد اپنے استاد کے احوال سے زیادہ واقف ہوتا ہے جس طرح علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ "تدریب الراوی:

۱/ ۹۲"، میں لکھتے ہیں [ولا شک أن المحدث أعرف بحدیث شیوخه]
ابو الحسن قطان کی بات کو اگر تسلیم کیا جائے تو پھر ہشام کے عراقی دور کے دو حصے بنتے ہیں

(۱) پہلا عراقی دور جس میں ہشام کا حافظہ درست تھا اس دور میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سفیان ثوری ،حماد بن زید رحمۃ اللہ علیہم وغیرہا اور دوسرے شاگردوں نے حدیث حاصل کیں

(۲) دوسرا عراقی دور جس میں ان کا حافظہ خراب ہو گیا تھا اور اس وجہ سے حدیث کی سندوں میں گڑ بڑ کرنے لگے ہوں گے جس کی وجہ سے محدثین نے ان پر جرح کی اور بعض عراقی شاگردوں سے روایات کو قبول نہیں کیا

❁ بالفرض اگر ہم سارا عراقی دور کو بھی خراب مان لیں تو بھی اس روایت پر کوئی اثر نہیں پڑتا کیونکہ ہشام سے کوفیوں کے علاوہ مدنی شاگرد بھی یہ روایت بیان کرتے ہیں

(۱) الزہری المدنی کی روایت:

❁ حدثنا عبد بن حمید ،أخبرنا عبدالرزاق،أخبرنا معمر ،عن الزهری،عن عروة،عن عائشة رضی اللہ عنہا ۔۔۔
(صحیح مسلم: ۴/ ۱۴۲ارقم ۳۵۴۶)

(۲) ابن ابی الزناد عبد الرحمن بن عبد اللہ المدنی کی روایت:

❁ حدثنا عبداللہ، حدثنی أبی ،ثنا سلیمان بن داؤد ،قال انا عبدالرحمن ،انا هشام بن عروة،عن ابیه،قال قالت عائشة رضی اللہ عنہا ۔۔۔۔۔"

(مسند احمد: ۶/ ۱۱۸ارقم ۲۴۹۱۱)

(۳) عبد اللہ بن محمد بن یحییٰ بن عروہ المدنی کی روایت:

❁ حدثنا الحسین بن اسحاق التستری ،حدثنا یعقوب بن حمید بن کاسب،ثنا عبداللہ بن محمد بن یحییٰ بن عروة،عن هشام بن عروة،عن ابیه،عن عائشة رضی اللہ عنہا ۔۔۔
(المعجم الکبیر للطبرانی: ۲۳/ ۲۲رقم ۵۰)

ہشام کے علاوہ بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس کے روایت کرنے والے راوی ہیں

[redacted]

❁حدثنا محمد بن علی المروزی، ثنا محمد بن عبدالکریم العبدی،ثنا بکر بن یونس،ثناعبد الرحمن بن أبی الزناد ،عن أبیه،عن عروۃ بن الزبیر قالت عائشۃ رضی اللہ عنہا۔۔۔۔

(المعجم الاوسط للطبرانی: ۷/۹۴رقم ۶۹۵۷)

❁حدثنا عبید بن غنام،ثنا ابوبکر بن ابی شیبۃ،ثنا ابو معاویۃ،عن الاعمش،عن ابراھیم،عن الاسود،عن عائشۃ رضی اللہ عنہا۔۔۔۔

(المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۶/۳۳۰رقم ۱۸۵۹۰،صحیح مسلم: ۴/۱۴۲رقم ۳۵۴۷،سنن نسائی: ۶/۸۲رقم ۳۲۵۸)

❁ابو عبیدۃ عن جابر بن زید قال، کانت عائشۃ رضی اللہ عنہا۔۔۔۔

(مسند الربیع بن حبیب: ۱/۲۱۰رقم ۵۲۲،۷۴۱)

❁أخبرنا احمد بن سعد بن الحکم بن أبی مریم ،قال حدثنا عمی،قال حدثنا یحییٰ بن ایوب،قال أخبرنی عمارۃ بن غزیۃ ،عن محمد بن ابراھیم،عن أبی سلمۃ بن عبدالرحمن،عن عائشۃ رضی اللہ عنہا۔

(سنن نسائی بأحکام الالبانی: ۶/۱۳۱رقم ۳۳۷۹)

❁حدثنا عبد اللہ بن عامر بن زرارۃ الحضرمی،حدثنا یحییٰ بن زکریا بن أبی زائدۃ،عن محمد بن عمرو،عن یحییٰ بن عبدالرحمن بن حاطب عن عائشۃ رضی اللہ عنہا۔۔۔۔

(مسند أبی یعلی: ۸/۱۳۲رقم ۴۶۷۳،المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۶/۳۲۹رقم ۱۸۵۸۸)

❁اس کے علاوہ بعض کوفی شاگردوں کا مدینہ ومکہ میں جا کر تعلیم حاصل کرنا ثابت ہے مثلاً سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ ،سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ ،حماد بن زید رحمۃ اللہ علیہ اور حماد رحمۃ اللہ علیہ نے بہت سے مکی ومدنی اساتذہ سے حدیث حاصل کیں ممکن ہے کہ انھوں نے یہ روایت بھی ان سے مدینہ میں سنی ہو، کیونکہ روایت میں یہ بات تو درج نہیں ہوتی کہ یہ روایت اس نے کہاں سنی ہے لہٰذا یہ اعتراض نا قابل قبول ہے اور اس سے اس روایت پر کوئی اثر نہیں پڑتا

❁ابن خراش کی جرح اور اس کا تحقیقی جائزہ❁

ابن خراش کا پورا نام آبو محمد عبد الرحمن بن یوسف بن سعید بن الخراش المروزی ثم بغدادی ہے،امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اس کے بارے میں لکھتے ہیں

’’عبدان کہتے ہیں،کہ ابن خراش نے دو جلدیں شیخین کے مثالب میں لکھ کر ہزار درہم میں فروخت کیں اور اپنا مکان بنایا،امام ابو زرعہ کہتے ہیں کہ ابن خراش پکا رافضی تھا اور عبدان ہی کہتے ہیں کہ یہ (ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ والی) حدیث ’’ماترکنا صدقۃ‘‘ کو باطل کہتا تھا (سیر اعلام النبلاء: ۱۳/ ۵۰۸،۵۰۹)

لہٰذا ایک رافضی تو حدیث عائشہ پر اعتراض کرے گا اور رافضی کا بیان مردود ہے

رہی کاندھلوی کی یہ بات کہ ’’عراق کی آب وہوا نے اچھوں اچھوں کا دماغ خراب کر دیا‘‘ سوائے ڈھکوسلے کے اور کچھ نہیں ،ہاں یہ ضرور بات ہے کہ کوفہ میں رافضیوں نے اسلام کو بہت نقصان پہنچایا جناب کاندھلوی بھی خارجیوں اور رافضیوں سے متاثر نظر آتے ہیں

❁ چھٹا شبہ اور اس کا تحقیقی جائزہ ❁

کاندھلوی چھٹے شبہ میں یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اس روایت کو کوفی اور بصری راویوں کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا ہے اس لئے یہ کوفیوں نے وضع کیا ہے

الجواب: کاندھلوی کا یہ دعویٰ ہی اس کے علم حدیث میں جاہل ہونے کی نشانی ہے کیونکہ میرے علم کے مطابق تین مدنی راویوں نے یہ روایت ہشام بن عروہ سے بیان کی ہے اور وہ راوی یہ ہیں

(۱) عبد اللہ بن محمد بن یحییٰ بن عروہ المدنی کی روایت ’’المعجم الکبیر للطبرانی: ۲۳/ ۲۲ رقم ۵۰‘‘ میں موجود ہے

(۲) ابن ابی الزناد عبد الرحمن بن عبد اللہ المدنی کی روایت ’’مسند احمد: ۶/ ۱۱۸ رقم ۲۴۹۱۱‘‘ میں موجود ہے

(۳) الزہری المدنی کی روایت ’’صحیح مسلم: ۴/ ۱۴۲ رقم ۳۵۴۶‘‘ میں موجود ہے

لہٰذا یہ دعویٰ سوائے جھوٹ کے اور کچھ نہیں، تفصیل کے لئے پانچواں شبہ اور اس کا تحقیقی جائزہ کو ملاحظہ فرمائیں

❁ ساتواں شبہ اور اس کا تحقیقی جائزہ ❁

ساتویں شبہ کے تحت کاندھلوی لکھتا ہے کہ بخاری نے کتاب التفسیر میں ان الفاظ میں نقل کی ہے ام المؤمنین ارشاد فرماتی ہیں کہ جب مکہ میں یہ آیت نازل ہوئی ’’بل الساعتہ موعدہم والساعتہ ادہی وامر (القمر) تو میں اس

وقت لڑکی تھی اور کھیلا پھرا کرتی تھی (بلفظہ) ص ۱۸، یہ سورۃ قمر کی آیت ہے اور یہ سورہ قمر کے سلسلے میں نازل ہوئی ہے شق قمر کا واقعہ ہجرت سے پانچ سال قبل کا ہے مفسرین کا بیان ہے کہ یہ سورت سن ۴ نبوی میں نازل ہوئی اور اس وقت ام المومنین عائشہؓ ایک لڑکی تھیں اور کھیلتی پھرتی تھیں۔۔۔۔اس حساب سے ان کی عمر سترہ سال بنتی ہے

الجواب: یہ روایت بخاری میں ایک ہی سند سے دو مقام پر موجود ہے ایک جگہ مجمل اور ایک جگہ مفصل، مجمل ''بخاری: ۶/۱۷۹رقم ۴۸۷۶'' میں اور مفصل ''بخاری: ۶/۲۲۸رقم ۴۹۹۳'' مطبوعہ قاہرہ میں ہے کاندھلوی نے مجمل روایت نقل کر کے خود ساختہ تشریح لکھی جو یہ ہے ''یہ سورۃ قمر کی آیت ہے اور یہ سورہ قمر کے سلسلے میں نازل ہوئی ہے شق قمر کا واقعہ ہجرت سے پانچ سال قبل کا ہے مفسرین کا بیان ہے کہ یہ سورت سن ۴ نبوی میں نازل ہوئی اور اس وقت ام المومنین عائشہؓ ایک لڑکی تھیں اور کھیلتی پھرتی تھیں'' اگر کاندھلوی کی تشریح مان لی جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اعلان نبوت کے بعد حضور ﷺ صرف ۹ سال مکہ میں رہے حالانکہ کسی نے یہ بات نہیں لکھی کہ حضور ﷺ اعلان نبوت کے بعد مکہ میں نو سال رہے جمہور کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اعلان نبوت کے بعد حضور ﷺ ۱۳ سال تک مکہ میں رہے اور یہی بخاری شریف سے بھی ثابت ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے ''جب آپ ﷺ پر وحی نازل ہوئی تو اس وقت آپ ﷺ چالیس سال کے تھے اس کے بعد آپ مکہ میں ۱۳ سال رہے پھر آپ ﷺ کو ہجرت کا حکم دیا گیا اور آپ ﷺ مدینہ ہجرت کر گئے وہاں ۱۰ سال تک رہے اور پھر وصال فرمایا'' دیکھئے [صحیح بخاری: ۵/۵۶ رقم ۳۸۵۱] میں، کاندھلوی نے جو روایت نقل کی اس میں سورۃ کے نزول کے سن کا بیان نہیں یہ کاندھلوی کا اپنا اختراع ہے اس میں تو صرف اتنا ہے کہ یہ آیت مکہ میں نازل ہوئی، جبکہ موصوف کا دعوٰی یہ ہے کہ ''ہم ہرگز صحیح بخاری سے باہر نہیں گئے'' ''صفحہ ۱۹'' یہ جھوٹ کی بدترین مثال ہے یہ سارا چکر اس لئے ہے کہ اس روایت میں سورۃ قمر کی آیت کا ذکر ہے اور سورۃ قمر میں انشقاق قمر کا تذکرہ ہے، سورۃ قمر کا سن نزول خود متعین کر کے یہ خود ساختہ مفہوم نکال لیا گیا، جبکہ انشقاق قمر کے بارے میں بخاری میں تین صحابہ کے بیانات ہیں مگر کسی روایت میں اس واقعہ کے سن کا ذکر نہیں، اور نہ ہی یہ بات موجود ہے کہ سورہ قمر کتنا عرصہ بعد اس واقعہ کے نازل ہوئی اور پہلی مرتبہ کتنی آیات نازل ہوئیں ہاں البتہ کچھ روایات میں اس کا اشارہ ملتا ہے سورہ

قمر کی آیات ''اقتربت الساعۃ'' سے لے کر ''مستمر'' تک نازل ہوئیں دیکھئے

[جامع ترمذی: ۵/۳۹۷ رقم ۳۲۸۶، مسند احمد: ۳/۱۶۵ رقم ۱۲۷۱۱، سنن الکبریٰ للنسائی: ۱۰/۲۸۲ رقم ۱۱۴۹۰، مسند ابی یعلیٰ: ۵/۴۶۳ رقم ۳۱۸۷، المنتخب من مسند عبد بن حمید: ۱/۳۵۶ رقم ۱۱۸۴، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۱۸۲۲ رقم ۷۰۸]

مفسرین نے مختلف روایات اور واقعات سے یہ اندازہ لگایا ہے کہ یہ سورۃ ہجرت سے پانچ سال قبل نازل ہوئی ہوگی، لہٰذا کاندھلوی نے جو روایت پیش کی ہے اس کا تعلق انشقاق قمر سے بالکل نہیں ہے انشقاق قمر کس سن میں ہوا یہ کسی صحیح روایت میں موجود نہیں یہ سورۃ کتنے عرصہ میں مکمل ہوئی کچھ معلوم نہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو آیت پڑھی وہ انشقاق قمر کے کتنے عرصہ بعد نازل ہوئی کچھ معلوم نہیں جبکہ خود ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ یہ آیت مکہ میں نازل ہوئی اور یہ بھی حقیقت ہے کہ اس آیت سے پہلے والی آیت [سیہزم الجمع ویولون الدبر]

(القمر: ۴۵) مدینہ میں آنے کے بعد نازل ہوئی ملاحظہ فرمائیے

[صحیح بخاری: ۴/۴۹ رقم ۲۹۱۵، ۳۹۵۳، ۴۸۷۵، مسند احمد: ۱/۳۲۹ رقم ۳۰۴۳، سنن الکبریٰ للنسائی: ۱۰/۲۸۳ رقم ۱۱۴۹۳، سنن الکبریٰ للبیہقی: ۹/۶۴ رقم ۱۸۳۸۹، المعجم الکبیر للطبرانی: ۲۸۲۱۹ رقم ۶۹۱، شرح السنۃ للبغوی: ۱۰/۴۰۰ رقم ۲۶۶۰]

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ کاندھلوی کا یہ بیان کہ سنہ ۴ نبوی میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا لڑکیوں کے ساتھ کھیلتی تھیں غلط ہے اور یہ سب بلا دلیل خود ساختہ تخیل ہے جو صرف عوام کو گمراہ کرنے اور حدیث سے انکار کرنے کے لئے یہ تخیل بنایا گیا ہے لہٰذا یہ تخیل مردود ہے

❁ آٹھواں شبہ اور اس کا تحقیقی جائزہ ❁

کاندھلوی نے آٹھویں شبہ کے تحت ''زہری، عروہ، عائشہ رضی اللہ عنہا'' کے طریق سے ایک روایت کا ذکر کیا کہ ''ام المومنین رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب مجھے عقل آئی تو میں نے والدین کو دین اسلام پر پایا اور کوئی دن ایسا نہ تھا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبح و شام ہمارے یہاں تشریف نہ لاتے ہوں۔۔۔پھر ہجرت حبشہ کا تذکرہ کیا، ابن الدغنہ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا واقعہ پیش کیا۔۔۔۔۔اس حدیث کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ ام المومنین رضی اللہ عنہا

بعثت کے وقت پانچ چھ سال کی ضرور تھیں لہٰذا اس حساب سے رخصت کے وقت ان کی عمر انیس بیس بنتی ہے

الجواب: پہلی بات تو یہ ہے کہ اس روایت کی سند اگر کاندھلوی کے نزدیک قابل بھروسہ ہے تو اسی سند سے عمر چھ سال والی روایت عائشہ کیوں قبول نہیں وہ روایت آپ کو نظر نہیں آتی دیکھئے

[حدثنا عبد بن حميد ،أخبرنا عبدالرزاق،أخبرنا معمر ،عن الزهري،عن عروة،عن عائشة رضی اللہ عنہا۔۔۔] (صحیح مسلم: ۴/ ۱۴۲ رقم ۳۵۴۶)

پھر اس سے کاندھلوی کا من پسند مفہوم درست نہیں ہے یہ روایت کا پہلا حصہ ہے، دوسرا حصہ ہجرت حبشہ کے حوالے سے ہے اور تیسرا حصہ ہجرت مدینہ کے متعلق ہے اور یہ واقعہ دراصل نبوت کے تیرہویں سال کا ہے دیکھئے [صحیح بخاری: ۵/ ۲۳/ ۷ رقم ۳۹۰۵ کتاب المناقب] میں ہجرت مدینہ کے وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر تقریباً ۷ سال تھی تو اس وقت ان کو یہ باتیں سمجھنا کچھ مشکل نہ تھیں جبکہ آج کے اس دور میں بھی کئی مثالیں موجود ہیں اتنی عمر کا بچہ قرآن حفظ کر لیتا ہے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان کرنا کیوں کاندھلوی کو عجیب لگا

کاندھلوی لکھتا ہے کہ اس روایت کے تین حصے ہیں، یہ بات درست ہے کہ اس روایت کے تین حصے ہیں مگر اس طرح نہیں جس طرح کاندھلوی نہیں کہا ہے بلکہ اس طرح ہے اس پوری روایت کے ناقل امام زہری ہیں وہ اس روایت کا پہلا حصہ عروہ کے توسط سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کرتے ہیں، دوسرا حصہ سراقہ بن جعشم کے بھتیجے عبدالرحمن بن مالک اور بھائی مالک کے توسط سے سراقہ سے بیان کرتے ہیں، اور تیسرا حصہ عروہ بن زبیر سے بیان کرتے ہیں

کاندھلوی کا اس بیان سے کہ ’’ام المومنین رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب مجھے عقل آئی تو میں نے والدین کو دین اسلام پر پایا‘‘ یہ نتیجہ اخذ کرنا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر بعثت سے پہلے پانچ چھ سال تھی خیالی ڈھکوسلہ ہے مسلمانوں کے ہاں جب بچہ پیدا ہوتا ہے وہ اپنے والدین کو اسلام پر ہی دیکھتا ہے اگر موجودہ دور کے بچے کا یہ بیان درست ہے تو اس سے کوئی یہ نتیجہ اخذ کرے گا کہ یہ بچہ بعثت نبوی کے وقت پانچ چھ سال ہوگا ہاں کوئی بدعقل ہی ایسا کرسکتا ہے

❁ نواں شبہ اور اس کا تحقیقی جائزہ ❁

نویں شبہ کے تحت کاندھلوی جو لکھتا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ’’اسامہ بن زید گرے تو حضور ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ اس سے گندگی دور کرو، یہ ابن سعد کی روایت ہے اور اسی قسم کی ابن ماجہ میں ہے کہ اسامہ کی ناک بہنے لگی تو حضور ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ میں اٹھ کر اسامہ کی ناک صاف کروں ۔۔۔رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ اٹھو اور اٹھ کر اسامہ کا منہ دھودو، آگے لکھتے ہیں کہ ’’ان روایات پر نظر ڈالئے اور غور کیجئے تو آپ کو صاف محسوس ہوگا کہ حضرت اسامہ بن زید ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کے سامنے ایک بچہ ہیں جن کے کبھی چوٹ لگتی ہے اور کبھی ناک بہنے لگتی ہے اور کبھی ام المومنین رضی اللہ عنہا اٹھ کر صاف کرتی ہیں اور کبھی رسول اللہ ﷺ یہ کام کرتے ہیں‘‘۔۔۔دوئم اس سے یہ امر بھی واضح ہو رہا ہے کہ حضرت اسامہ ام المومنین رضی اللہ عنہا سے کافی چھوٹے تھے

الجواب: سب سے پہلے پیش کردہ روایات کی اسنادی حیثیت پیش خدمت ہے

(۱) حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ والی روایت [طبقات الکبریٰ ابن سعد: ۴/۴۶، سنن ابن ماجہ بتحقیق شعیب الارناؤط: ۳/۱۴۷رقم ۱۹۷۶، مسند احمد: ۶/۲۲۲رقم ۲۵۹۰۳، مسند ابی یعلیٰ بتحقیق حسین سلیم اسد: ۸/۲۷رقم ۴۵۹۷، تاریخ دمشق لابن عساکر: ۸/۶۶رقم ۲۱۰۲] میں ہے ان تمام اسناد میں ’’شریك بن عبداللہ، العباس بن ذریح، البھی، عن عائشۃ ہے‘‘

(۱) شریک بن عبداللہ النخعی الکوفی القاضی:

یہ ثقہ راوی ہونے کے ساتھ ساتھ ’’سیء الحفظ‘‘ بھی ہے جیسا کہ الجوزجانی نے کہا، اسی طرح ابراہیم بن سعید کہتے ہیں کہ شریک نے حدیث میں چارسو خطائیں کی ہیں (تاریخ الاسلام للذہبی: ۴/۶۴۲)

(۲) عبداللہ البہی:

❁ ابن ابی حاتم کہتے ہیں ’’لا یحتج بحدیثه وھو مضطرب الحدیث‘‘

(علل الحدیث لابن ابی حاتم: ۱/۷۷، تہذیب التہذیب: ۶/۸۲)

❁ ابن رجب حنبلی لکھتے ہیں ’’امام احمد نے کہا البہی کبھی عروہ کے واسطے سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتا ہے اور کبھی خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتا ہے اور یہ اس کی خطاء ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس کے سماع کا انکار کیا (شرح علل الترمذی ابن رجب: ۱/۴۲) یہ روایت بھی البہی عن عائشہ کے طریق

[redacted]

سے ہے

❁ زائدہ نے بھی حدیث عائشہ کا انکار کیا ہے

(المرسیل لابن ابی حاتم: ۱۱۵، شرح علل الترمذی ابن رجب: ۱/۲۱۹)

امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں "صدوق یخطی"

(تقریب التہذیب: ۲/۳۳۰ رقم ۳۷۳۰)

❁ سنن ابن ماجہ کے محققین نے اس روایت کے بارے میں لکھا "اسنادہ ضعیف" دیکھئے

[سنن ابن ماجہ بتحقیق شعیب الارناووط، عادل مرشد، محمد کامل قرہ، عبداللطیف: ۳/۱۴۷ تحت رقم ۱۹۷۶]

❁ مسند ابی یعلیٰ کے محقق حسین سلیم اسد نے بھی اس روایت کے بارے میں لکھا "اسنادہ ضعیف"

(مسند ابی یعلیٰ بتحقیق حسین سلیم اسد: ۸/۷۲ تحت رقم ۴۵۹۷)

❁ روایت کے دوسرے طریق (تاریخ دمشق: ۸/۶۸) میں بھی مجالد ضعیف ہے دیکھئے

[سیر اعلام النبلاء: ۶/۲۸۶ رقم ۱۲۳]

لہٰذا یہ روایت اس قابل نہیں کہ اس سے احتجاج کر کے بخاری و مسلم کی صحیح روایت کو رد کیا جائے

❁ اگر بالفرض اس روایت کو تسلیم کر لیا جائے تو بھی اس سے روایت عمر عائشہ کو رد نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اسی قسم کی ایک کمزور سند والی روایت میں ہے جو کہ عطاء بن یسار کے طریق سے ہے کہ "اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو مدینہ آنے کے بعد جدری کی بیماری لاحق ہو گئی تھی جس کی وجہ سے ان کی مخاط بہہ رہی تھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس سے ناگواری ہوئی اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اندر داخل ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسامہ رضی اللہ عنہ کا منہ صاف کیا اور انہیں چومنا شروع کر دیا" (تاریخ دمشق لابن عساکر: ۸/۶ رقم ۲۱۰۹) اس روایت سے معلوم ہوا کہ اسامہ رضی اللہ عنہ کی ناک بچپن کی وجہ سے نہیں بلکہ بیماری کی وجہ سے بہتی تھی کیا بیمار کی خدمت کرنے کے لئے بڑا ہونا ضروری ہے وہ اپنے ہم عمر کی خدمت نہیں کر سکتا

❁ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ ہم عمر تھے علامہ ذہبی [سیر اعلام النبلاء: ۳/۴۳۸] میں لکھتے ہیں "کان سنہ فی سنہا"

[redacted]

❁ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ ہم عمر تھے لیکن رشتے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بڑی تھیں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے بیٹے تھے اور حضرت زید رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منہ بولے بیٹے تھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت زید اور اسامہ رضی اللہ عنہما سے بے حد محبت فرماتے تھے اس ناطے سے بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اسامہ رضی اللہ عنہ کی ماں بنتی ہیں اب جو ماں کے بیٹے کے لئے جذبات ہونے چاہیے وہی جذبات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں تھے نیز یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب شرعی پردے کا حکم نازل نہیں ہوا تھا لہذا اس روایت سے کاندھلوی کا موقف ثابت نہیں ہوتا اور نہ ہی جمہور اہل سنت کا موقف غلط ثابت ہوتا ہے

❁ دسواں شبہ اور اس کا تحقیقی جائزہ ❁

کاندھلوی صاحب "ام المومنین رضی اللہ عنہا غزوہ بدر میں شریک تھیں" کی سرخی لگا کر صحیح مسلم کی ایک روایت لکھ کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جنگ بدر میں شریک تھیں اور پھر اس سے یہ قیاس کرتے ہیں کہ آپ کی رخصتی سن ا ہجری میں ہوئی لہذا بخاری و مسلم کی عمر عائشہ والی روایت غلط ہے اور آگے لکھتے ہیں صحیح مسلم کی روایت کی جو شارحین نے تاویلات کی ہیں سچی بات یہ ہے تاویلات پڑھنے کے بعد ہمارا ہاضمہ خراب ہو گیا اور کھٹی ڈکاریں آنے لگی ہیں اور تھوڑا آگے جا کے لکھتے ہیں "جن مورخین اور سیرت نگاروں نے یہ تحریر کیا ہے کہ ام المومنین رضی اللہ عنہا کی رخصت شوال سن ۲ ہجری میں واقع ہوئی یا تو جنت الحمقا کے باسی ہیں یا ان کا ذہن سبائیت کے زیر اثر ہے" صفحہ ۲۵

الجواب: غزوہ بدر میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شرکت ثابت نہیں اس کے چند دلائل یہ ہیں

❁ غزوہ بدر کے دن جو واقعات پیش آئے اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا یا تو مدینہ ہی سے اس قافلے ساتھ نہ تھیں یا پھر راستے سے واپس کر دی گئیں کیونکہ مقام روحاء پر پہنچ کر کچھ لوگوں کو واپس کیا گیا (شرح زرقانی: ۱/۴۱۱)

❁ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقتولین بدر کو قلیب بدر میں ڈالنے کے بعد خطاب فرمایا [وجدتم ما وعد ربکم حقا] کیا تم نے اپنے رب کے وعدے کو سچا پایا

(صحیح بخاری: ۲ / ۱۲۲ رقم ۱۳۰۷، صحیح مسلم: ۸ / ۱۶۳ رقم ۷۴۰۳، سنن نسائی: ۴ / ۱۰۸ رقم ۲۰۷۴، مسند احمد : ۴ / ۲۹ رقم ۱۶۴۰۶)

اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ بے جان لاشوں سے مخاطب ہیں؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا میری اس بات کو تم ان سے زیادہ نہیں سن رہے اس روایت کے راوی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور اَبی طلحہ رضی اللہ عنہ ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا شروع میں اس بات کا انکار کرتی تھیں کہ مردے کیسے سن سکتے ہیں لیکن بعد میں خود بھی انھی الفاظ سے روایت فرمایا دیکھئے [مسند احمد : ۶ / ۲۷۶ رقم ۲۶۴۰۴] لہٰذا یہ بات واضح ہے کہ آپ غزوہ بدر میں نہ تھیں

❁ اگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا غزوہ بدر میں ساتھ ہوتیں تو حضور ﷺ کے ساتھ ہوتیں مگر جب ہم غزوہ بدر کے حالات کو پڑھتے ہیں تو کہیں بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ذکر نہیں ملتا جیسا کہ ابن کثیر، ابن اسحاق اور ابن سعد نے لکھا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ [حضور ﷺ کے لئے ایک کھجور کی لکڑی کا سائبان بنایا گیا اور جس میں حضور ﷺ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ صدیق داخل ہوئے اور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ دروازے پر کھڑے ہو کر پہرا دیتے رہے] دیکھئے [السیرۃ النبویہ لابن کثیر، سیرۃ ابن اسحاق، طبقات ابن سعد]

❁ غزوہ بدر میں نابالغ بچوں کی شمولیت ❁

❁ غزوہ بدر کی حقیقت یہ ہے کہ یہ غزوہ ہے کہ جس میں مسلمان باقاعدہ لڑائی کے ارادہ سے نہیں نکلے تھے اہل مکہ مسلمانوں کی اقتصادی حالت تباہ کرنے اور ان کی افرادی قوت کو خراب کرنے کے لئے ان پر اچانک حملے کرتے رہتے تھے کبھی چرواہوں کو قتل کرنا اور کبھی ان کی فصلوں کو تباہ کرنا ان کا معمول تھا اسی کے جواب میں حضور ﷺ نے ان کی اقتصادی ناکہ بندی شروع کر دی حضور ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ ابوسفیان کے قافلے کو روکنے کے لئے نکلے تھے نہ کہ جنگ کرنے، غزوہ بدر کی اصل وجہ ابوسفیان کے قافلے کو روکنا تھا مزید تفصیلات کے لئے دیکھئے سورۃ انفال اور السیرۃ النبویہ لابن کثیر: ۲ / ۳۰۱، الکامل فی التاریخ: ۱ / ۸۷، فتح الباری: ۷ / ۲۸۱ وغیرہ میں

❁ حضور ﷺ چونکہ لڑائی کے لئے نہیں نکلے تھے لہٰذا صلاحیتوں کا خاص خیال نہیں رکھا گیا اس لئے ساتھ بچے بھی شامل ہو گئے مثلاً عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، براء بن عازب رضی اللہ عنہ اور حارثہ بن سراقہ رضی اللہ عنہ وغیرہ غزوہ بدر کے

شہداء میں حارثہ بن سرقہ رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں جو تیر لگنے و جہ سے شہید ہوئے دیکھئے

(صحیح بخاری کتاب المغازی: ۵ / ۹۳ رقم ۳۹۵۶، ۵ / ۱۱۱ باب تسمیۃ من سمی من اہل بدر)

❁ غزوہ بدر کے موقعے پر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی عمر تیرہ برس اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی عمر چودہ برس تھی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی عمر تقریباً بارہ برس تھی جس کا ثبوت یہ ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کیا آپ غزوہ بدر میں شامل تھے تو آپ نے فرمایا میں بدر سے کیسے غائب ہوسکتا تھا دیکھئے [معجم الصحابۃ لابی القاسم البغوی: ۱ / ۱۳ رقم ۲۹، المستدرک للحاکم: ۳ / ۶۶۳ رقم ۶۴۴۶، کنز العمال: ۱۳ / ۲۶۷ رقم ۳۶۸۳۹]

جب نابالغ بچوں کا غزوہ بدر میں جانا ثابت ہے تو پھر اگر مان بھی لیا جائے کہ غزوہ بدر میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا شامل تھیں تو پھر بھی ان کی عمر انیس سال کیسے بن سکتی ہے جبکہ دیگر بچوں کی عمریں ۱۵ سال سے زیادہ نہ تھیں لہٰذا کاندھلوی صاحب کی یہ قیاس آرائی غلط ہے یہ وجہ ہے علماء وشارحین کی علمی باتیں دیکھ کر ان کا ہاضمہ خراب ہو جاتا ہے اور انھیں کھٹی ڈکاریں آنا شروع ہو جاتی ہیں اور پھر ان کا دماغ خراب ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے کاندھلوی علماء کے متعلق اول فول بکنا شروع کر دیتا ہے

❁ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی ❁

امام نووی، علامہ ذہبی اور حافظ ابن کثیر وغیرہا نے یہ لکھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی غزوہ بدر کے بعد ۲ ہجری میں ہوئی جبکہ ابن حجر عسقلانی کا کہنا یہ کہ ۱ ہجری شوال میں ہوئی اس اختلاف کا سبب یہ ہے کہ کسی صحیح روایت میں یہ بات موجود نہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی ہجرت کے کتنے ماہ بعد ہوئی البتہ صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے کہ میرا نکاح اور رخصتی ماہ شوال میں ہوئی دیکھئے

[صحیح مسلم: ۴ / ۱۴۲ رقم ۳۵۴۸]

امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں

[فتزوجها رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بمكة في شوال قبل الهجرة بسنتين---]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نکاح (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے) ماہ شوال میں ہجرت سے دو سال پہلے مکہ میں ہوا

(تلقیح فہوم اہل الاثر فی عیون التاریخ والسیر: ص ۲۲،صفۃ الصفوہ: ۲/ ۱۵ ابرقم ۱۲۷)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر ہجرت کے وقت ۸ سال اور کچھ ماہ بنتی ہے اگر ۱ ہجری میں رخصتی مانی جائے تو ہجرت کے بعد آٹھویں ماہ شوال میں رخصتی ہوئی اس طرح تقریباً رخصتی کے وقت عمر نو سال بنتی ہے اور صحیح روایت میں بھی یہی ہے کہ نکاح کے وقت میری عمر چھ سال اور رخصتی کے وقت عمر ۹ سال تھی اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے وقت آپ کی عمر ۱۸ سال اور ۵ ماہ بنتی ہے جسے عرف عام میں ۱۸ سال ہی کہا جائے گا جیسا کہ آج بھی اہل علم اس سے واقف ہیں کہ نصف سے زیادہ کو پورا عدد تسلیم کیا جاتا ہے اور نصف سے کم کو چھوڑ دیا جاتا ہے جیسے ۵۔۹ کو ۹ سمجھا جائے گا اور ۷۔۹ کو ۱۰ سمجھا جائے گا

کاندھلوی صاحب نے ۱ ہجری میں رخصتی ثابت کرنی چاہی وہ بھی مانی جائے تو پھر بھی جمہور کا موقف ہی ثابت ہوتا ہے لہٰذا کاندھلوی کی اس ساری تلبیس کا کوئی فائدہ نہیں باقی باتیں ساری قیاس آرائیاں ہیں اور بے ثبوت ہیں

❁ گیارہواں شبہ اور اس کا تحقیقی جائزہ ❁

کاندھلوی صاحب گیارہویں شبہ کے تحت لکھتے ہیں ''آپ نے چودہ سالہ لڑکوں کو اس غزوہ میں شرکت کی اجازت نہیں دی ،ان کم عمر بچوں میں حضرت سمرۃ بن جندب ؓ ،حضرت براء ؓ بن عازب ،حضرت انس ؓ بن مالک ،حضرت زید ؓ بن ثابت اور عبداللہ بن عمر ؓ شامل ہیں ''ہم سطور بالا میں ثابت کر چکے ہیں کہ ام المومنین حضرت عائشہ ؓ غزوہ بدر میں ایک عورت کی حیثیت سے شریک تھیں اور جنگ احد میں بھی حضرت ام سلیم کے ساتھ مصروف کار تھیں حضرت انس فرماتے ہیں میں نے عائشہ ؓ بنت ابی بکر اور ام سلیم کو دیکھا وہ دونوں پائنچے چڑھائے تھیں اور مجھے ان کی پنڈلیوں کے پچھلے حصے نظر آرہے تھے یہ دونوں مشکیں اوپر اٹھائے ہوئے تھیں اور مجاہدین کو پانی پلاتیں پھر جا کر انھیں بھر کر لاتیں اور مجاہدین کو پانی پلاتیں (بخاری ج ۱ صفحہ ۴۰۳)'' تھوڑا آگے جا کے لکھتے ہیں ''ام المومنین ؓ ہرگز اس وقت کم عمر نہ تھیں اور جب کہ یہ بھی ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اس جنگ میں چودہ سالہ لڑکوں کو بھی شرکت کی اجازت نہیں دی گئی تو یہ کیسے ممکن ہے کہ ام المومنین ؓ دس سال کی عمر میں اس کام پر مامور کی جاتیں'' صفحہ ۳۱

الجواب: دلیل نمبر ۱۰ کے تحت ہم نے دلائل سے ثابت کیا تھا کہ نابالغ بچے غزوہ بدر میں شامل تھے جن میں

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت براء رضی اللہ عنہ شامل ہیں غزوہ میں امدادی کاموں کے لئے بالغ ہونا شرط نہیں عورتیں اور بچے ان معاملات کے لئے جاسکتے ہیں جبکہ قتال کے لئے بلوغت شرط ہے حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں ''فرد من لم یبلغ'' (فتح الباری: ۷/۲۹۱) غزوہ احد میں خواتین کی شرکت امدادی کاموں کے لئے تھی اگر ان کی شرکت قتال کے لئے ہوتی تو وہ مشکیں نہ بھرلاتیں بلکہ تلواریں اٹھاتیں یہی وجہ ہے کہ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے ام سلیم رضی اللہ عنہا کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں شکایت کی کہ ان کے پاس خنجر ہے جیسا کہ خود کاندھلوی نے صفحہ ۳۰ گیارہویں دلیل کے تحت ابن سعد کے حوالے سے لکھا نابالغ صحابہ نے غزوہ خندق کی کھدائی میں بھی حصہ لیا حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ خود غزوہ احد کا حال بیان فرماتے ہیں (صحیح بخاری: ۵/۱۰۰ رقم ۳۹۸۶، طبقات الکبریٰ ابن سعد: ۲/۴۷) سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ کو بھی غزوہ احد میں اجازت مل گئی تھی (تاریخ الامم والملوک للطبری: ۲/۶۱) کاندھلوی صاحب خود حضرت انس رضی اللہ عنہ کا مشاہدہ پیش کرتے ہیں لکھتے ہیں ''حضرت انس فرماتے ہیں میں نے عائشہؓ بنت ابی بکر اور ام سلیم کو دیکھا وہ دونوں پائنچے چڑھائے تھیں'' صفحہ ۳۱ لہٰذا ان صحابہ کا غزوہ احد میں شامل ہونا واضح ہے اس کا انکار کرنا کاندھلوی کی تاریخ اسلام سے ناواقفی ہے اسی طرح جنگ بدر میں ابوجہل کو قتل کرنے والے عفراء کے دو کم سن بیٹے تھے

(صحیح بخاری: ۵/۹۵ رقم ۲۹۶۳)

یہ بات عوام وخواص سب جانتے ہیں یہ سب بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ سب بچے اتنے بہادر ہوں تو کیا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیٹی وہ بھی ام المومنین ہو کیا وہ اتنی بہادر نہیں ہوسکتی کہ جنگ میں شامل ہو کیا ان کے لئے بڑی عمر کا ہونا ضروری ہے جبکہ وہ صرف امدادی کاموں میں حصہ لیں ان دلائل سے معلوم ہوا کہ کاندھلوی کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا غزوہ احد میں شرکت کی بنا پر بڑی عمر کا ثابت کرنا علمی دنیا میں کوئی حیثیت نہیں رکھتا

❁ بارہواں شبہ اور اس کا تحقیقی جائزہ ❁

کاندھلوی نے بارہویں شبہ کے تحت لکھا کہ ''اسماءؓ عبداللہ بن زبیرؓ کی والدہ ہیں ۔۔۔ وہ اپنی بہن عائشہؓ سے دس سال بڑی تھیں ۔۔۔ ان کی عمر سو سال ہوئی اور یہ وقوعہ مکہ ۷۳ھ میں پیش آیا ۔۔۔ اس حساب سے ام المومنین کی عمر نکاح کے وقت سولہ سال اور رخصتی کے وقت انیس سال بنتی ہے صفحہ ۳۲، ۳۳

الجواب: کاندھلوی صاحب کی عادت ہے کہ بات کو گھما پھرا کر پیش کرنا اور اس سے اپنا الو سیدھا کرنا، اس میں کوئی شک نہیں کہ ولی الدین خطیب نے یہ لکھا ہے کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دس سال بڑی تھیں مگر وہ اپنی رائے پر نہ کوئی دلیل لائے اور نہ ہی وہ اپنی اس بات پر مطمئن ہیں کیونکہ آگے چل کر خود انھوں نے لکھا [بعثت سے چوتھے یا پانچویں سال پیدا ہوئیں مکہ شریف میں سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد بعمر چھ، سات سال آپ کا نکاح ہوا مدینہ منورہ میں ۱ ہجری یا ۲ ہجری بعمر نو یا دس سال رخصتی ہوئی

(اسماء الرجال متعلقہ مشکوٰۃ: ص ۱۳۸ تحت ترجمہ حضرت عائشۃ رضی اللہ عنہا)

اسی طرح علامہ ابن کثیر اور ابن حجر عسقلانی نے یہ تو تحریر کیا ہے کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی عمر بوقت وفات سو سال تھی اور ان کا وصال ۷۳ھ یا ۷۴ھ میں ہوا لیکن ان میں سے کسی نے یہ نہیں لکھا کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دس سال بڑی تھیں جبکہ علامہ ذہبی کا قول نقل کر کے اس کا ترجمہ کاندھلوی نے غلط کیا اور اپنا مطلب نکالنے کی کوشش کی

❁ علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا قول اور کاندھلوی کی خیانت ❁

علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ "سیر اعلام النبلاء: ۲/ ۲۸۸ برقم ۵۲ ترجمہ اسماء بن ابی بکر" کے تحت لکھتے ہیں

[وكانت أسن من عائشة ببضع عشرة سنة]

ترجمہ: حضرت اسماء رضی اللہ عنہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دس سال سے کچھ زیادہ سال بڑی تھیں

بضع کا مفہوم:

مشہور عربی لغت "المنجد ص ۹۰" میں ہے "البضع و البضع۔ رات کا کچھ حصہ تین سے نو کی تعداد

اسی طرح "فقہ القواعد" میں ہے [البضع يقال ذلك لما بين الثلاث الى العشر وقيل فوق الخمس ودون العشر] لفظ بضع کا استعمال تین سے دس تک کے لئے ہے اور بعض کا قول ہے کہ پانچ سے زیادہ اور دس سے کم کے لئے استعمال ہوتا ہے

یہ لفظ "بضع سنین" قرآن کریم میں بھی سورۃ روم آیت ۴ میں آیا ہے اور کی تفسیر میں سعید بن جبیر فرماتے ہیں

[قال سعيد بن جبير: البضع ما دون العشر] (تفسیر ابن کثیر: ۶/ ۲۹۷)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں [(بضع سنین)، دون العشرة] (جامع البیان: ۱۶/۱۱۵)
ابو عبیدہ کہتے ہیں [من الواحد الی العشرة] (روح المعانی: ۶/۴۳۷)
درج بالا تحقیق سے یہ بات واضح ہوئی کہ لفظ بضع عربی زبان میں تین سے نو تک استعمال ہوتا ہے امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے "ببضع عشرة سنة" لفظ استعمال فرمائے عربی لغت کے اعتبار سے یہ الفاظ تیرہ سے انیس تک دلالت کرتے ہیں لیکن صارفی قرائن سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اٹھارہ یا انیس سال بڑی تھیں

❁ خارجی دلائل سے "بضع" کا تعین ❁

اس بات پر تقریباً تمام محدثین کا اتفاق ہے کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کا انتقال سو برس کی عمر میں ہوا البتہ اس میں اختلاف ہے کہ ان کا انتقال ۷۳ھ میں ہوا یا ۷۴ھ میں ہوا اگر ان کا انتقال ۷۴ھ میں مانا جائے تو پھر آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اٹھارہ سال بڑی ہیں لیکن اگر ان کا انتقال ۷۳ھ میں مانا جائے تو پھر آپ انیس سال بڑی ہیں لہٰذا اس ساری تحقیق کا نتیجہ یہ ہے کہ علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے جس اختلاف کا اشارہ کیا تھا اس کے مطابق حضرت اسماء رضی اللہ عنہا تقریباً اٹھارہ یا انیس سال بڑی بنتی ہیں اور دس سال بڑی والا دعویٰ غلط ہے اور حقیقت یہ ہے کہ تمام محققین کا اتفاق ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی کے وقت عمر نو سال تھی جیسا کہ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا [تزوجها وهی ابنت ست سنین وبنی بها وهی ابنة تسع ما لا خلاف فيه بين الناس، وقد ثبت فی الصحاح]
اس میں کسی کو کوئی اختلاف نہیں کہ نکاح کے وقت آپ کی عمر چھ برس تھی اور رخصتی کے وقت نو برس تھی اور تحقیق صحاح میں یہی ثابت ہے (البدایۃ والنہایۃ: ۳/۱۶۱)

❁ تیرہواں شبہ اور اس کا تحقیقی جائزہ ❁

اس شبہ کے تحت کاندھلوی لکھتا ہے مورخ محمد بن جریر طبری رقم طراز ہیں "ابو بکرؓ نے زمانہ جاہلیت میں دو نکاح کیے ایک قتیلہ سے جن کے بدن سے عبد اللہ اور اسماءؓ پیدا ہوئے اور دوسرا نکاح ام رومانؓ سے کیا جن کے بطن سے عائشہؓ اور عبد الرحمنؓ پیدا ہوئے ۔۔۔ یہ تمام اولاد زمانہ جاہلیت میں پیدا ہوئیں" اس سے کاندھلوی یہ

ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے پہلے پیدا ہوئیں

الجواب: زمانہ جاہلیت کے اختتام اور عہد اسلام کے آغاز میں زمانہ قدیم ہی سے اختلاف چلا آرہا ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں [قالت اول مولود ولد فی الاسلام عبد اللہ بن الزبیر] عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ پہلے بچے ہیں جو اسلام میں پیدا ہوئے (صحیح بخاری: ۵/ ۷۹ رقم ۳۹۱۰) ان کے نزدیک زمانہ جاہلیت اسلامی دور ہجرت سے ہے اور پہلے کا دور جاہلیت کا ہے لہٰذا ہجرت سے پہلے ہی چاروں بچوں کی پیدائش ہے دوسری بات یہ ہے کہ تاریخ طبری کے راوی واقدی اور کلبی جو کہ کذاب ہیں (تاریخ طبری: ۲/ ۳۵۱) بالفرض طبری کی بات کو مانا جائے تو پھر ان کے نزدیک ہجرت سے پہلے کا دور جاہلیت کا دور ہے ورنہ جن لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے پہلے دور کو زمانہ جاہلیت تصور کیا ہے اور اس کے بعد کے دور کو اسلامی دور مانا ہے ان میں سے ایک علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں [عائشۃ ممن ولد فی الاسلام] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا دور اسلام میں پیدا ہوئیں (سیر اعلام النبلاء: ۲/ ۱۳۹) اسی طرح دور جاہلیت کا آغاز کہاں سے ہوتا ہے اس میں بھی اختلاف ہے لیکن اس اختلاف سے کاندھلوی صاحب کو کوئی فائدہ نہیں ہوتا کیونکہ اس سے کہیں بھی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر اٹھارہ یا انیس سال تھی

❁ چودھواں شبہ اور اس کا تحقیقی جائزہ ❁

چودھویں شبہ کے تحت کاندھلوی نے جو لکھا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ام المومنین رضی اللہ عنہا سابقین اولین میں داخل ہیں اور نبوت کے پہلے سال ایمان لائیں۔۔۔۔اور اس وقت ان کی عمر چھ سال تھی

الجواب: یہاں بھی کاندھلوی صاحب نے قیاس آرائی سے کام لیا ہے چند مورخین کے حوالے سے ایک فہرست تیار کی جو سب سے پہلے ایمان لائے ان میں ایک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نام بھی لکھا حالانکہ جو فہرست انھوں نے لکھی ہے وہ خود باہم متعارض ہے یہ سب بے سند اقوال ہیں اور ان مورخین کے پاس اس کی کوئی ٹھوس دلیل نہیں، پھر کاندھلوی کا ابن ہشام اور ابن کثیر کے حوالے سے یہ دعوٰی کہ یہ نام انھوں نے فہرست میں ترتیب وار پیش کیے ہیں سراسر جھوٹ پر مبنی ہے کیونکہ ایسا دعوٰی انھوں نے کہیں نہیں کیا ہے بلکہ رواۃ کا اختلاف ذکر کر کے یہ واضح کیا ہے کہ یہ ایک اختلافی مسئلہ ہے دیکھئے (السیرۃ النبویۃ لابن کثیر: ۱/ ۴۵۳)

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ سے پہلے ''ثم'' لکھا جو اس بات کی علامت ہے کہ یہاں تک ترتیب سے ہے اور اس کے بعد ہر نام کے ساتھ ''و'' لگایا جو اس بات کی علامت ہے کہ یہ صرف نام جمع کرنے کے لئے ہے ترتیب یقینی نہیں یہ بات ایک مبتدی بھی جانتا ہے اس کی مثال سورۃ النساء آیت ۱۶۳ میں، اسی طرح ابن جریر طبری نے بھی السابقون الاولون کا ذکر کرنے سے پہلے اختلاف کا ذکر کیا ہے اسی طرح مسعودی نے بھی ''مروج الذہب'' میں اس اختلاف کا ذکر کیا ہے خلاصہ کلام یہ ہے کہ کون سے لوگ پہلے ایمان لائے اس میں اختلاف ہے اس کی کئی وجوہات ہیں

(۱) شروع اسلام میں اسلام قبول کرنے والوں کو سخت سزائیں دی جاتی تھیں اس لئے کئی ایک لوگوں نے اپنا ایمان ظاہر نہیں کیا

(۲) جس عہد میں اسلام کا آغاز ہوا اس عہد میں عربوں میں تاریخ سازی کا رواج نہ تھا اس لئے کسی کو بھی اسلام لانے والوں کی فہرست بنانے کا خیال نہ آیا

(۳) مکی زندگی میں ان مسلمانوں کی حالت دیکھ کر کوئی گمان بھی نہ کرتا تھا کہ کل لوگوں کے امام ہوں گے کہ ان کی تاریخ لکھتے

(۴) اس دور میں جو بھی اسلام قبول کرتا تھا وہ خالص اللہ ہی کے لئے کرتا تھا لہٰذا اس کو اس بات کی کوئی ضرورت نہ تھی کہ اسلام لانے میں میرا نمبر کون سا ہے

لہٰذا اختلاف کا ہونا ایک فطری امر ہے اس بات سے یہ اچھی طرح واضح ہوا کہ کاندھلوی کا اس بات کو دلیل بنانا درست نہیں

❁ پندرہواں شبہ اور اس کا تحقیقی جائزہ ❁

پندرہویں شبہ کے تحت کاندھلوی صاحب لکھتے ہیں ''مورخین کا ایک دعوٰی یہ بھی ہے کہ ام المومنین رضی اللہ عنہا کا جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نکاح ہوا اس سے قبل ام المومنین رضی اللہ عنہا کا رشتہ جبیر بن مطعم بن عدی سے پکا ہو چکا تھا'' اس کے تحت دو کتب، ایک طبقات ابن سعد اور دوسری تاریخ طبری کا حوالہ دیا اور اس سے یہ قیاس کیا کہ یہ بڑی عمر کی تھیں

الجواب: پہلی روایت جس سے کاندھلوی نے استدلال کیا ہے اس کی سند یہ ہے [اخبرنا ہشام بن السائب الکلبی

عن ابیہ (محمد بن السائب)،عن ابی صالح ،عن ابن عباس ۔۔۔] (طبقات الکبریٰ ابن سعد: ۸ /۵۸ رقم ۹۹۰۹) اس میں ایک راوی ہیں محمد بن سائب جو ہشام کے والد ہیں ان کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں

محمد بن سائب الکلبی :

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں [کذبہ زائدۃ،وابن معین، وجماعۃ] اس کو زائدہ اور ابن معین اور ایک جماعت نے کذاب کہا ہے (دیوان الضعفاء: ۱/ ۳۵۲ رقم ۳۷۲۵) ابن سعد بھی اس کو ضعیف راوی سمجھتے ہیں (طبقات ابن سعد: ۴ /۳۸۰)

دوسری روایت جو عبداللہ بن ابی ملیکہ کے حوالے سے ہے اس میں دو خرابیاں ہیں

(۱) اس میں ایک راوی اَجلح بن عبداللہ بن معاویہ الکندی ابوحجیۃ الکوفی ہے جس کی توثیق کے ساتھ تضعیف بھی کی گئی ہے جیسا کہ ''تہذیب الکمال'' میں ہے اس کو ابو حاتم لیس بالقوی کہتے ہیں، امام نسائی اس کو ضعیف کہتے ہیں، امام جوزجانی اس کو مفتری کہتے ہیں اس کے ساتھ ساتھ یہ کوفی شیعہ تھا دیکھئے ''تہذیب الکمال: ۲/ ۲۷۷، ۲۷۸ رقم ۲۸۲'' امام ابو داؤد اس کو ضعیف کہتے ہیں، امام قطان کہتے ہیں کہ اس کا حافظہ اتنا کمزور تھا کہ اس کو یہ بھی معلوم نہیں ہوتا تھا کہ میں حسین بن علی کہہ رہا ہوں یا علی بن حسین، امام احمد کہتے ہیں کہ اجلح اور مجالد دونوں حدیث میں ضعیف ہیں (تہذیب التہذیب: ۱/ ۱۶۵،۱۶۶ رقم ۳۵۳)

(۲) دوسری خرابی اس روایت میں یہ ہے کہ اس کا متن کاندھلوی صاحب کے خلاف ہے کاندھلوی کہتے ہیں کہ رشتہ پکا ہو چکا تھا جبکہ روایت کے متن سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا نکاح ہو چکا تھا تبھی ان کو طلاق دی جیسا کہ کاندھلوی نے خود بھی ص ۳۸ میں یہی لکھا تو کیا معاذ اللہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک منکوحہ کا رشتہ طلب کیا؟ کیا منکوحہ کا رشتہ طلب کرنا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شایان شان تھا ایسی روایات جو حد درجے ضعیف ہوں ان سے اجماع امت اور سند صحیح والی روایات کو رد کرنا کاندھلوی جیسے لوگ کر سکتے ہیں

❀ سولہواں شبہ اور اس کا تحقیقی جائزہ ❀

سولہویں شبہ کے تحت کاندھلوی صاحب رقم طراز ہیں ''یہ لفظ بکر (کنواری) اس امر کا ثبوت ہے کہ جب خولہؓ بنت حکیم نے اس کا تذکرہ کیا تو عائشہؓ بالغہ اور جوان تھیں ورنہ اگر وہ چھ سال کی بچی ہوتیں تو خولہ یہ الفاظ کہتیں جاریۃ

[redacted]

وثیباً (ایک کم عمر لڑکی اور ایک عورت موجود ہے) اتنا بڑا صریح جھوٹ نہ بولتیں‘‘ص ۴۲

الجواب: اس دلیل کا جواب یہ ہے کہ لفظ ’’بکر اور جاریۃ‘‘ نہ تو ایسے مترادف ہیں کہ ہر مقام پر ایک دوسرے کے مقابل استعمال ہوں اور نہ ہی ایسے متضاد ہیں کہ یکجا نہ ہوسکیں یہ دونوں الفاظ عمر کے ایک خاص حصے تک ایک دوسرے کی جگہ پر استعمال ہوسکتے ہیں سید محمد عمیم الاحسان لفظ جاریۃ کی تعریف میں یوں لکھتے ہیں [الجاریۃ الفتیۃ من النساء] اس کی مزید صراحت اس طرح کرتے ہیں [الفتیۃ الشابۃ] جبکہ الشابۃ کی صراحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں [والشابۃ من خمس عشر سنۃ الی تسع عشر سنۃ] (قواعد الفقہ) ان عبارات سے واضح ہوا کہ لفظ ’’جاریۃ‘‘ کا استعمال پندرہ سال کی لڑکیوں سے لے کر انیس سال کی لڑکیوں تک ہوتا ہے جس طرح لفظ جاریۃ ہر دو طرح کی لڑکیوں کے لئے استعمال ہوتا ہے اسی طرح لفظ ’’بکر‘‘ بھی ہر دو طرح کی لڑکیوں کے لئے استعمال ہوتا ہے جیسا کہ حدیث میں بھی اس کا استعمال ہوا ہے

[عن جابر قال قال لی رسول اللہ ﷺ هل نكحت يا جابر قلت نعم قال ماذا ابكرا ام ثيبا قلت: لا بل ثيبا قال فهلا جارية تلاعبك۔۔۔]

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے پوچھا جابر کیا تو نے نکاح کیا ہے میں نے عرض کیا جی ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا کنواری سے یا بیوہ سے، میں نے عرض کیا بیوہ سے آپ ﷺ نے فرمایا کنواری سے کیوں نہ کیا کہ وہ تجھ سے کھیلتی رہتی

(صحیح بخاری : ۵/۲۳ ۱رقم ۴۰۵۲، مسند احمد : ۳/۳۰۸رقم ۱۴۳۴۵ ،سنن سعید بن منصور: ۱/۱۴۳رقم ۵۱۰، کنز العمال: ۱۶/۴۹۹رقم ۴۵۶۳۲)

دوسری روایت میں صحابی رسول حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ملاحظہ فرمائیں

[عن ابن عباس رضی اللہ عنہ أن جارية بكرا أتت النبی ﷺ۔۔۔]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک کنواری جاریۃ لڑکی نبی ﷺ کے پاس آئی

(سنن ابو داؤد: ۲/۱۹۵رقم ۲۰۹۸،سنن ابن ماجہ: ۳/۴۷رقم ۱۸۷۵،مسند احمد : ۱/۲۷۳رقم ۲۴۶۹، مسند ابی یعلی: ۴/۴۰۴رقم ۲۵۲۶، سنن دار قطنی: ۴/۳۴۰رقم ۳۵۶۶)

اسی طرح خود حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بھی اپنے لئے لفظ ’’جاریۃ‘‘ استعمال فرمایا

[عن عائشة قالت :کان الحبش یلعبون بحرابھم فسترنی رسول اللہ ﷺ وانا انظر فما زلت انظر حتی کنت انا انصرف فاقدروا قدر الجاریۃ الحدیثۃ السن تسمع اللھو]

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حبشی لوگ اپنے ہتھیاروں سے مسجد میں کھیلتے رہتے اور حضور ﷺ مجھ پر آڑ کیے رہتے اور میں ان کو دیکھتی رہتی یہاں تک کہ میں خود ہی اکتا کر لوٹ آتی اب تم سمجھ لو ایک کم عمر (جاریۃ) لڑکی کتنی دیر اس کو دیکھتی

(صحیح بخاری: ۵/۱۹۹۱رقم ۴۸۹۴،صحیح مسلم: ۳/۲۲رقم ۲۱۰۱،سنن نسائی: ۳/۱۹۵رقم ۱۵۹۵،صحیح ابن حبان: ۱۳/۱۸۶رقم ۵۸۷۶،سنن الکبریٰ للبیہقی: ۷/۱۴۸رقم ۱۳۵۲۶)

❀ کتب فقہ میں لفظ ’’جاریۃ‘‘ کا بیان ❀

امام فخر الدین الزیلعی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں

[وھو الولایۃ علی الصغیرۃ بکرا کانت أو ثیبا]

(تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق: ۲/۱۱۷)

اسی طرح ابو بکر بن علی بن محمد الزبیدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں

[ویجوز نکاح الصغیر والصغیرۃ اذا زوجھا الولی بکرا کانت الصغیرۃ او ثیبا]

(۱) الجوہرۃ النیر علی مختصر القدوری: ۲/۸ (۲) البنایۃ شرح الھدایۃ: ۵/۷۷

(۳) البحر الرائق: ۸/۸۰ (۴) المبسوط للسرخسی: ۵/۱۹

(۵) فتح القدیر لابن ہمام: ۴۵۹

ایک بات جس کا کاندھلوی صاحب کو بڑا قلق تھا کہ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں لفظ ’’بکر‘‘ استعمال فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ آپ بڑی عمر کی تھیں اگر چھ سات سال کی ہوتیں تو لفظ ’’جاریۃ‘‘ استعمال فرماتیں، آئیے کاندھلوی صاحب کا یہ شوق بھی پورا کر دیتے ہیں حضرت خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا کی ہی روایت میں لفظ ’’جاریۃ‘‘ ملاحظہ فرمائیے

[جاءت خولۃ بنت حکیم الی رسول اللہ فقالت یارسول اللہ الاتزوج..........

قالت وقام ابو بکر فقالت لی ام رومان ان المطعم بن عدی قد کان ذکرھا علی ابنه والله ما اخلف وعدا قط یعنی أبابکر قالت فأتی أبابکر المطعم فقال ما تقول فی أمر ھذا الجاریة؟۔۔۔۔]

(۱) دلائل النبوۃ للبیہقی: ۲/ ۴۱۲ (۲) سیر اعلام النبلاء: ۳/ ۱۳۰

(۳) تاریخ الاسلام للذہبی: ۱/ ۲۸۱ (۴) سیرۃ الحلبیۃ: ۲/ ۴۳

(۵) مجلس ابن فاخر للأصبہانی: ۱/ ۲۶۵ رقم ۲۳۹

❀ سترہواں شبہ اور اس کا تحقیقی جائزہ ❀

سترہویں شبہ کے تحت کاندھلوی صاحب نے ایک خودساختہ اصول کے تحت اپنی بات منوانے کی کوشش کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ واقدی کذاب سہی لیکن وہ کبھی سچ بھی بول سکتا ہے اور یہ کہ رسول اللہ ﷺ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی میں مہر رکاوٹ تھا اس لئے مدینہ میں جا کر رخصتی ہوئی ورنہ وہ بڑی عمر کی تھیں

الجواب: واقدی کو کذاب تو کاندھلوی نے خود مانا ہے لہٰذا اصول حدیث کی روشنی میں کذاب کی روایت قبول نہیں کی جا سکتی کاندھلوی کی قیاس آرائی کیسے قبول کی جا سکتی ہے دوسری بات یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی میں مہر رکاوٹ تھی یہ بات تحقیق کی روشنی میں غلط ہے کیونکہ ہم یہ بات جانتے ہیں کہ حضور ﷺ کی دیگر ازواج کا نکاح اور رخصتی اکھٹی ہوئی مگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح پہلے ہوا اور بعد میں رخصتی ہوئی اس کی وجہ آپ کی بلوغت تھی ورنہ اگر مہر کو رکاوٹ مانا جائے تو پھر مہر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ہی دیا تھا اگر یہی رکاوٹ تھی تو یہی مہر ابو بکر رضی اللہ عنہ پہلے بھی دے سکتے تھے مگر دراصل رکاوٹ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بلوغت تھی جب یہ وجہ دور ہوئی تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مہر ادا کر کے اپنی بیٹی کو رخصت کر دیا اور قرآن وسنت اور فقہ کی روشنی میں خلوت صحیحہ کے لئے بلوغت شرط ہے ذہنی پختگی نہیں جو ۹ سال کی عمر میں حاصل ہوگئی تھی لہٰذا کاندھلوی کا موقف درست نہیں

❀ اٹھارواں شبہ اور اس کا تحقیقی جائزہ ❀

اٹھارویں شبہ کے تحت کاندھلوی صاحب نے صحیح مسلم کی روایات لکھ کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ یہ روایات عمر عائشہ والی روایات کے مخالف ہیں اور وہ بخاری کی روایات جھوٹی ہیں اور لکھتے ہیں یہ سب ہشام کی

روایات پر فتاوٰی ہیں جب یہ روایت ہی غلط ہے تو اس پر بنیاد کیسی؟

الجواب: کاندھلوی صاحب کی یہ بات غلط ہے کہ ہشام کی روایت غلط ہے کیونکہ ہم نے پچھلے صفحات میں اس کو ثابت کیا ہے تو جب بنیاد صحیح ہے تو اس پر جمہور کا اجماع بھی صحیح ہے جیسا کہ فقہاء نے اس بات کو لکھا ہے

❁ انیسواں شبہ اور اس کا تحقیقی جائزہ ❁

انیسویں شبہ کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے والد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیماری میں عیادت کی اور اس بناء پر کاندھلوی صاحب یہ قیاس کرتے ہیں کہ یہ تیمارداری اس وقت ہی ممکن ہے جب ام المومنین خود جوان ہوں اور ذمہ داریوں کا انھیں پوری طرح احساس ہو ورنہ آٹھ نو سال کی عمر میں تیمارداری کی خدمت انجام دینا عقل کے خلاف ہے

الجواب: یہ سب کاندھلوی صاحب کا قیاس ہی قیاس ہے آخر ایک آٹھ نو سال کی بچی اپنے والد کی تیمارداری کیوں نہیں کر سکتی جبکہ آج بھی اس سے کم عمر بچے اس سے بڑے کام سرانجام دے رہے ہیں ہر اہل علم اس بات کو جانتے ہیں مثلاً پچھلے صفحات میں ہم نے بتایا کہ کمسن بچوں نے جہاد میں حصہ لیا لڑائی تو تیمارداری سے زیادہ مشکل کام ہے لہٰذا یہ قیاس شرعی دلیل کے مقابلے میں مردود ہے

❁ بیسواں شبہ اور اس کا تحقیقی جائزہ ❁

اس شبہ کے تحت بھی کاندھلوی صاحب نے اپنے مفروضوں کے تسلسل کو جاری رکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ابی رباح کہتے ہیں کہ ام المومنین سب سے زیادہ فقیہہ، سب سے زیادہ عالم اور سب سے زیادہ اونچی فکر رکھتی تھیں اسی طرح لکھتے ہیں کہ ولی الدین الخطیب لکھتے ہیں سیدۃ عائشہ ام المومنین، فقیہہ، عالمہ، فصیحہ اور فاضلہ تھیں اسی طرح کی دیگر باتیں لکھ کر یہ کہتے ہیں کہ اتنی کم عمری میں یہ علوم بطور تعویز گھول کر پلا نہیں دیے گئے اور اگر ایسا ممکن ہے تو ان کراماتی بزرگ کا اتا پتا ہمیں بھی بتایا جائے

الجواب: یہ سب باتیں اپنی جگہ بالکل صحیح ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ایک فقیہہ، عالمہ، فصیحہ اور فاضلہ ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کئی مسائل میں اختلاف بھی کیا جن میں کچھ کا ذکر کاندھلوی صاحب نے بھی کیا ہے جہاں تک ولی الدین الخطیب کی بات کا تعلق ہے تو ولی الدین صاحب نے ایسی کوئی بات ذکر نہیں کی جس سے یہ بات ثابت ہو کہ آپ بڑی عمر کی تھیں جبکہ انھوں نے ہی یہ بات لکھی ہے کہ آپ کی عمر رخصتی کے وقت نو یا دس سال تھی

(اسماء الرجال متعلقہ مشکوٰۃ: ص ۱۳۸ تحت ترجمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا)

لہٰذا جو اصل بات ولی الدین صاحب نے لکھی وہ کاندھلوی صاحب ہضم کر گئے اسی طرح اس دلیل میں ہشام کی روایت کو مانتا بھی ہے اور جہاں ہشام اس کے مخالف آئے وہاں فوراً اس کا انکار بھی کرتا ہے یہی دوغلی پالیسی ہے جیسا کہ اس دلیل میں کیا چوتھی، پانچویں اور چھٹی دلیل کے تحت ہشام کی روایات کا انکار کیا اور اس دلیل میں اقرار، اس کے بعد جہاں تک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا سماع موتیٰ کے سلسلہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اختلاف ہے تو اس سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا رجوع ثابت ہے مسند احمد: ۶/۲۷۶ رقم ۲۶۴۰۴ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے موقف جیسی روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی ہے لہٰذا یہ اختلاف بھی کاندھلوی صاحب کے کام کا نہیں، جہاں تک کم عمری میں اتنا علم ہونا اور اس کا انکار کرنا کاندھلوی صاحب کا یہ صرف تعصب ہے حالانکہ اس بات کے عملی شواہد ہیں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے وقت تیرہ سال کے تھے جیسا کہ ولی الدین الخطیب صاحب نے بھی لکھا ہے اور آپ کو حبر الامت کہا جاتا ہے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جو ہجرت کے وقت گیارہ برس کے تھے جس کا اعتراف کاندھلوی صاحب کو بھی ہے آپ کے بارے میں محمد بن حنفیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں آپ اس امت کے بہت بڑے عالم تھے، اسی طرح حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ ہجرت کے وقت دس سال کے تھے علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ یہ اہل علم صحابہ میں شمار ہوتے تھے، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ہجرت نبوی کے وقت سات برس کے تھے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ کے پاس بہت علم تھا، اسی طرح حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ وہجرت کے وقت گیارہ برس کے تھے علامہ ذہبی لکھتے ہیں کہ آپ کاتب وحی تھے، قرآن کے حافظ تھے اور فرائض کے عالم تھے آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں ہی قرآن کریم کو جمع کرلیا تھا تو کیا ان کی قابلیت کو دیکھتے ہوئے یہ مفروضہ قائم کرلیا جائے کہ یہ صحابہ ہجرت کے وقت ۲۰ یا ۲۵ سال کے تھے بالکل اسی طرح کاندھلوی صاحب نے بھی ایک ایسا ہی مفروضہ قائم کیا ہے جو کہ ان دلائل کی روشنی میں مردود ہے

❁ اکیسواں شبہ اور اس کا تحقیقی جائزہ ❁

اس شبہ کے تحت بھی کاندھلوی صاحب نے ایک نئی قیاس آرائی کی ہے کہ کنیت عموماً اپنی پہلی اولاد کے نام پر رکھی جاتی ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی ایسی ہی خواہش کا اظہار حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اپنے بیٹے عبداللہ کے نام پر کنیت رکھ لو (ابو داود، ابن ماجہ) یہ تمام صورتحال بتا رہی ہے کہ آپ جوان العمر تھیں

الجواب: کاندھلوی صاحب کبھی بہکی بہکی باتیں کرنے لگتے ہیں قارئین محترم کنیت کے لئے اولاد کا ہونا ضروری نہیں کیونکہ اہل عرب لڑکیوں کے نام پیدائش کے وقت بھی اس قسم کے رکھتے تھے جیسے ام کلثوم وغیرہ جب یہ نام ان کا پیدائش کے وقت رکھا گیا اسی طرح ابو بکر، ابو ہریرہ، ابو تراب وغیرہ بعض دفعہ حضور ﷺ یار سے بھی اپنے صحابہ جو بچے ہوتے تھے کی کنیت رکھ دیتے تھے مثلاً ایک روایت میں ہے

[عن انس قال: کان النبی ﷺ یأتینا فیقول لأخ لی و کان صغیرا: یا ابا عمیر]

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ ہمارے گھر تشریف آتے اور میرے بھائی کو جو بہت چھوٹے تھے، ابو عمیر کہہ کر پکارتے تھے

(سنن ابن ماجہ: ۴/۶۷۸رقم ۳۷۴۰،صحیح بخاری: ۸/۳۷رقم ۶۱۲۹،سنن ترمذی: ۴/۳۵۷رقم ۱۹۸۹،مسند احمد بن حنبل: ۳/۱۱۹رقم ۱۲۲۲۰،مسند ابی یعلیٰ: ۵/۲۲۱رقم ۲۸۳۶)

لہٰذا اس سے کاندھلوی صاحب کا استدلال درست نہیں

❀ بائیسواں شبہ اور اس کا تحقیقی جائزہ ❀

کاندھلوی صاحب نے اس نمبر کے تحت بھی ایک عجیب بات کی ہے لکھتے ہیں ''بشر بن عقربہ سے روایت ہے کہ میرے والد غزوہ احد میں شہید ہو گئے تھے میں بیٹھا رو رہا تھا اچانک رسول اللہ میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا کیا تو اس پر راضی نہیں کہ میں تیرا باپ بنوں اور عائشہ تیری ماں بنے''

الجواب: اس روایت کو بنیاد بنا کر کاندھلوی صاحب نے اپنا الو سیدھا کرنے کی کوشش کی ہے مگر وہ بھول گئے کہ قرآن کریم کی رو سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تمام ایمان والوں کی ماں ہیں اور اس وقت بھی جو آپ رضی اللہ عنہا سے عمر میں بڑے صحابہ تھے ان کی ماں تھیں اسی طرح حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بھی آپ کے منہ بولے بیٹے تھے جو عمر میں آپ سے محض چند برس چھوٹے تھے لہٰذا یہ قیاس مردود ہے اور یہ سب ان کے تعصب کا کرشمہ ہے

❀ تیئیسواں شبہ اور اس کا تحقیقی جائزہ ❀

اس دلیل کے تحت کاندھلوی صاحب لکھتے ہیں کیا عرب میں کمسن لڑکیوں کی شادی کا رواج تھا؟ پھر حضور ﷺ

کی صاحبزادیوں کی شادی کی تفصیلات پیش کیں اور آخر میں لکھتے ہیں کہ ہمیں کوئی لڑکی ایسی نظر نہیں آتی جس کی عمر شادی کے وقت اٹھارہ سال سے کم ہو بلکہ آج تک ہمیں اس کی کوئی نظیر نہیں ملی یہ کہانی ام المومنین ہی کے لئے کیوں مخصوص کی گئی؟

الجواب: (ا) دراصل کاندھلوی صاحب کی مجبوری یہ ہے کہ ان کے پاس نالج کی کمی ہے یا پھر وہ جانتے بوجھتے جھوٹ بولتے ہیں سب سے پہلے حضرت ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہا کی مثال دیتا ہوں جن کا نکاح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ ۱۷ھ میں ہوا جبکہ آپ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی سب سے چھوٹی صاحبزادی ہیں آپ کی رخصتی بھی کم سنی میں ہوئی کیونکہ آپ کی پیدائش حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال سے پہلے کی ہے اسی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو رشتے سے انکار کیا مگر بعد میں ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ کر دیا اس کا ثبوت درج ذیل کتب میں ملاحظہ فرمائیں

(ا) صحیح بخاری: ۴/ ۴۰، رقم الحدیث ۲۸۸۱ باب حمل النساء القرب الی الناس فی الغزو مطبوعہ دار الشعب قاہرہ ۱۹۸۷ء

(۲) فتح الباری ابن حجر عسقلانی: ۶/ ۸۰ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۳۸۹ھ

(۳) تاریخ خمیس: ۲/ ۱۸۵ (۴) اسد الغابۃ: ۲/ ۳۰۵

(۵) تاریخ طبری: ۵/ ۱۶ (۶) تاریخ کامل ابن اثیر: ۳/ ۵۴

(۷) البدایۃ والنہایۃ: ۷/ ۱۳۹ (۸) تفسیر ابن کثیر: ۵/ ۴۹۶

(۹) انساب القرشین لابن قدامہ: صفحہ نمبر ۱۱۱، اُم کلثوم بنت علی

(۱۰) کتاب نسب قریش: ص ۴۱ مطبوعہ مصر (۱۱) جمھرۃ الانساب العرب لابن حزم: ص ۳۸

(۱۲) کتاب المحبر: صفحہ ۵۶ ذکر اصہار علی (۱۳) کتاب الانساب الاشراف (البلاذری): ۱/ ۴۲۸

(۱۴) الصواعق المحرقۃ: صفحہ ۱۵۶،۱۵۷ (۱۵) فتح القدیر: ۲/ ۴۲۱ مطبوعہ مصر

(۱۶) الشرف المؤبد لآل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ص: فحہ ۳۹ مطبوعہ مصر

(۱۷) المعارف لابن قتیبۃ: صفحہ ۹۲ مطبوعہ کراچی

(۱۸) مصنف ابن ابی شیبۃ: ۴/ ۱۹۰ رقم الحدیث ۱۶۶۴۴

(۱۹) فتاویٰ رضویہ: ۵ / ۲۹۹ مطبوعہ سنی دارالاشاعت فیصل آباد

(۲۰) تحقیق الحق فی کلمۃ الحق مترجم صفحہ ۱۵۲ مطبوعہ گولڑا شریف ۱۴۱۲ھ

(۲۱) حلیۃ الاولیاء: ۲ / ۳۴ طبع بیروت

(۲۲) اصلاح المال ابن ابی الدنیا: ۱ / ۴۲۷ رقم ۴۱۰ متوفی ۲۸۱ھ

(۲۳) المعتصر من المختصر من مشکل الآثار للیوسف الحنفی: ۱ / ۲۸۷

(۲۴) محض الصواب فی فضائل امیر المومنین عمر بن خطاب: ۳ / ۸۸۹ مطبوعہ مدینہ منورہ

(۲۵) الذریۃ الطاہرہ: ۱ / ۲۵۷ رقم ۲۱۲ (۲۶) المجموع شرح المہذب: ۶ / ۳۲۷

(۲۷) النہایۃ فی غریب الأثر لابن اثیر: ۲ / ۵۹۴ مطبوعہ بیروت

(۲۸) ثقات ابن حبان: ۲ / ۲۱۶ ذکر خلافت عمر واقعات ۱۷ ہجری

(۲۹) تاریخ الاوسط للبخاری: ۱ / ۶۷۲ رقم ۲۷۹ (۳۰) تاریخ دمشق لابن عساکر: ۲۱ / ۳۴۲

(۳۱) سیرت ابن اسحاق صفحہ ۲۷۵ (۳۲) المستدرک للحاکم: ۳ / ۱۴۲ رقم ۴۶۸۴

(۳۳) سنن نسائی ۱ / ۳۴۸ رقم ۱۹۸۲ کتاب الجنائز (۳۴) مسند علی بن الجعد ۵۹۳

(۲) دوسری مثال امام السرخسی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور زمانہ کتاب "المبسوط" میں دی ہے کہ ہمارے زمانے میں ایک لڑکی صرف (۱۹) انیس سال کی عمر میں نانی بن گئی دیکھئے [المبسوط للسرخسی: ۴ / ۲۶۷] میں

(۳) امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ایک ایسا ہی واقعہ لکھا ہے لکھتے ہیں "عباد بن عباد المہلبی سے روایت ہے کہ ایک لڑکی اٹھارہ (۱۸) سال کی نانی بن گئی یہ اس طرح ہوا کہ اس نے نو سال کی عمر میں ایک لڑکی کو جنم دیا اور اس کی لڑکی نے بھی شادی کے بعد نو سال کی عمر میں ایک لڑکی کو جنم دیا"

(سنن دارقطنی: ۴ / ۵۰۲ رقم ۳۸۸۱، تنقیح التحقیق لابن عبد الھادی: ۴ / ۳۲۴ رقم ۲۷۱۳)

(۴) حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے صرف (۱۱) گیارہ سال چھوٹے تھے باقی اندازہ خود لگا لیجئے کہ ان کی والدہ کی عمر کتنی ہوگی (تذکرۃ الحفاظ: ۱ / ۵۴ رقم ۱۹)

(۵) ہشام بن عروہ نے فاطمہ بنت منذر سے شادی کی اور رخصتی کے وقت فاطمہ کی عمر نو سال تھی

(الضعفاء للعقیلی: ۴ / ۲۴، تاریخ بغداد: ۱ / ۲۲۲)

(۶) حضرت عروہ بن زبیر نے اپنی بھتیجی کا نکاح دوسرے بھتیجے سے کم سنی میں کیا، اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی جو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ تھی اس کا نکاح حضرت عروہ بن زبیر سے کم سنی میں کیا، اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی نے اپنی بیٹی کا نکاح کم سنی میں ابن المسیب بن نخبۃ سے کیا

(الفقہ الاسلامی وادلتہ للدکتور وہبۃ الزحیلی: ۷/۱۸۰ تحت نمبر ۴)

(۷) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی کا نکاح حضرت عبداللہ بن عامر سے (۹) نو سال کی عمر میں کیا

(تاریخ دمشق لابن عساکر: ۷۰/۱۸۷)

(۸) امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "میں نے دیکھا کہ ایک عورت اکیس (۲۱) سال کی نانی بن گئی اس کی صورت یوں ہوئی کہ نویں برس میں حیض آیا اور دسویں برس میں لڑکی جنی اور اس لڑکی کا حیض وحمل اسی طرح وقوع پذیر ہوا جس کی وجہ سے اکیس سال کی عمر میں نانی کہلانے لگی

(فتح الباری لابن حجر: ۵/۲۷۷، عمدۃ القاری للعینی: ۳۰/۳۳۱)

(۹) موجودہ دور میں بھی ایسی خبریں پڑھنے کو ملتی ہیں اگر بندے کا مطالعہ وسیع ہو یا دل میں اہل سنت کے خلاف بغض نہ ہو تو یہ سب باتیں ان کو بھی نظر آسکتی ہیں مثلاً انڈیا میں یہ خبر کافی تحقیق کے بعد شائع ہوئی ہے کہ وکٹوریہ ہسپتال دہلی میں ایک سات سال سے کم عمر کی لڑکی نے ایک بچہ جنا ہے دیکھئے

(اخبار "مدینہ" بجنور انڈیا یکم جولائی ۱۹۳۴ء)

(۱۰) کاندھلوی صاحب بنیادی طور پر دیوبندی مسلک سے تعلق رکھتے ہیں لہذا انھی کے مذہب کا حوالہ بھی پیش خدمت ہے "ان کے حکیم الامت اشرف علی تھانوی صاحب نے بھی ایک کم سن لڑکی سے شادی کی تھی جس کا بڑا چرچہ ہوا کہ مولانا صاحب نے ایک کم عمر مریدنی سے شادی کی ہے دیکھئے (افادات الیومیہ: ۱/۶۸)

(۱۱) یہ حوالہ بطور خاص مستشرقین کے لئے ہے یا جو ان سے متاثرین ہیں ان کے لئے، ساؤتھ امریکہ میں ایک (۵) پانچ سالہ لڑکی "لینا میڈینا" نے ایک بچہ جنا ہے انٹرنیٹ کا لنک پیش خدمت ہے یہاں اس لڑکی کو ملاحظہ کرسکتے ہیں لہذا یہ سب قیاس آرائیاں مردود ہیں

http://en.wikipedia.org/wiki/Lina_Medina

 [redacted]

❀ چوبیسواں شبہ اور اس کا تحقیقی جائزہ ❀

چوبیسویں شبہ میں کاندھلوی صاحب لکھتے ہیں ''ہشام کی اس نام نہاد روایت کے خلاف امت مسلمہ کا عملی طور پر اجماع رہا ہے آج تک اس روایت پر کسی نے عمل نہیں کیا اور نہ کسی نے اپنی نو سالہ بیٹی کو اس کام کے لئے پیش کیا اور نہ آج تک اتنی عمر کی لڑکی کو زوجیت کے لئے قبول کیا گیا

الجواب : قارئین تیئسویں شبہ کے جواب کو دوبارہ پڑھ لیں انشاء اللہ تسلی ہو جائے گی کہ یہ صرف کاندھلوی صاحب کا جھوٹ ہے یا ان کے ناقص مطالعہ کا نتیجہ ہے بہرحال ان کا یہ دعوٰی سراسر باطل و مردود ہے جہاں تک حضرت ام المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر کا مسئلہ ہے تو یہ بھی کاندھلوی صاحب کو کچھ مفید نہیں کیونکہ جو حوالہ انھوں نے ابن کثیر کا دیا ہے تو اس میں دوسرا قول جو ۲۵ سال کا ہے وہ یقال سے شروع کیا یعنی یہ بھی کہا گیا جو ضعف کی دلیل ہے نہ کہ یہ صحیح قول ہے اور اگر بالفرض کاندھلوی کی بات مان لی جائے تو پھر آئیے اسی بات کو ذرا تحقیقی نظر سے دیکھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نکاح کے وقت اگر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر بقول کاندھلوی کے ۲۵ سال مانی جائے تو پھر چند سال پہلے وہ بیوہ ہوئیں اور بعد میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نکاح کیا اگر وہ مدت پانچ سال مانی جائے تو باقی بچے بیس سال تو عتیق بن عائد مخزومی کے نکاح میں تقریباً چار پانچ سال مانا جائے جہاں ان کی ایک بچی بھی ہوئی تو باقی بچے ۱۵ سال، اسی طرح اس سے پہلے بقول کاندھلوی ابو ہالہ ہند بن بناش کے نکاح میں تھیں اور ان سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوئے اگر بالفرض یہاں بھی ان کے نکاح میں پانچ سال رہنا مانا جائے تو باقی آپ کی عمر ۱۰ سال بنتی ہے یعنی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح ۱۰ سال کی عمر میں ہوا اور یہ بات کسی بھی طرح کاندھلوی صاحب کو قبول نہیں جیسا کہ انھوں نے اسی دلیل کے تحت لکھا لہٰذا ان کا عقلی ڈھکوسلہ ہمیں کیسے قبول ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ حق واضح ہو جانے کے بعد اسے قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

ابو اسامہ ظفر القادری بکھروی

❀ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم ❀